

# دروڈیوار

(افسانے)

احمد ندیم قاسمی

# میں انسان ہوں

میں انسان ہوں کہنی پر کھدے ہوئے اور گزیلی پر لگے ہوئے چاہو تارے اور پہلو میں علیٰ جعلیٰ کرپان کے باہم دیش انسان ہوں۔ میں ساری دھرتی کا بائیکھو ہوں۔ اور میں ایک اپنے خدا کی صفات کرنا ہوں جو ستاروں اور پھولوں اور پانچوں میں بسا ہو جائے جس سے آئیں تجھے ہر جگہ میری طبقہ بھی جعلی۔ میرا فخر کی اپنے مرکب سے اخاب ہے جس میں خالی کا بادیہ خردت سے نہ یاد و طلبی اگاہ ہے۔ میرا اہم میرا اچاند تارہ اور میری کرپان میری اس اولیٰ خالی کے کارہے ہیں۔ میرے ارتقہ کی تاریخ میں آوارگی کے سوا اور کچھ نہیں۔ میں نے گھات کھات کا پالی یا ہے اور گھات کھات سے والیں پکانا ہوں۔ یہاں تک میری خالی ہے اور زندگی ہے اور آفت ہے اور میں وہ تھت ہیں جو یاد ہوں۔ بھی کے بعد پڑھتا ہے اس میں مرگوں پاک کرتے ہوئے میری طرف اتوڑھاتے ہیں اور کچھ قہ۔ دھرتی کے الٰ اتوڑھا سا ہے تگرم جھی پیاس کے بھایم تو اس دن سے بھی بچنا ہا آ رہا ہے جب سرخ کی کروں نے پکلی ہو، مرسی رنگ کے حند کوں کو کمزور کر دیتے پہنچتے ہوئے اور میر نے رنگتھے تھے۔ بھین اس وہت تو ہمارے پاس اس کے چھترروں کے سارے کچھ نہیں اور یقفرے بھٹکی پر جو اور آپختوں میں ہے۔ ممکن ہیں کہ تارہ جنمیں مکلا اس لئے کہا گی ہے اس پر ہے۔

اوہاں کے بھوکی گی کے ہوں کی پورگوئی ایک سر سے ہوئے سر سے بھک سر برلنی ہیں جاتی ہے۔ وہاں تک جہاں موتوں پھوس کی تارہ، افسیں بھوکی خوشی ملبوس کے کارے انسانیت کی اذی یا اس کو سم کیے چڑی ہیں اور شاید وہاں تک بھی جہاں صدم پھیکے ہوئے سے وہاں کی واس تھے اور ہی کی جھوکی جعلی ہے آئی ساری انسانیت واکی ہے اور میں بھی انسان ہوں اس لئے میں بھی یاد ہوں ہوں۔

میں ابیں پھلی ہوں کی پکلی زبان کی توک سے ان پوں پر سے اس کا ایک قدرہ بھی لینا پا جاتا ہوں۔ بھیں ہوں کے قدر تھے تو شامروں اور صوروں کی خوبیاں کیں ان سے دیں شاید ہری میری ہو جاتی ہو مگر پیدھ قابلی رہتا ہے اور میں نہ شامروں اور صور نہیں انسان ہوں اور میں یاد ہوں۔ میری زبان اکارگی ہے۔ میرے ہاؤسے چیزیں بھیں کارہکتا ہوا تراہیک گیا ہے۔ میرے

گئے اور جیاں کی کاشت، ری چھ۔ پواس بیرے سمجھوڑاں کو پہنچا اور سینے جاری ہے اور بیری ملائیں رک رہی تھیں اور بیرے ملائیں  
میں آبشار سے گرد ہے جسیں اور مجھے گونٹ بھرپاتی کی حاشیہ ہے۔

مگری کے پروں میں بھی ہوں گے کچھ کوئی نہیں تھے لیکن برا چاہے بگری رے تا لو اور زبان سے ودقت کا ہوئی جو کچھ سے پانی پڑا  
لے۔ میں نے کوئے سے جس اور بھرول سے آگ پیدا ہے بگری سے بگری کا ایک قدر بھی نہیں پیدا کیا اور بھرول نے  
خیکھ لے کر بیرے بھوڑاں کو کائن کی روکی طرح چان رکھا ہے۔ پچھے ہوئے بزرگ کی ایک بھی برا بگری سے خلی بھکھ کھوم آتی  
ہے۔ اسے بھی کی حاشیہ ہے اور میں ایک ڈیساں انسان ہوں اور بھی کے پروں کی جزیں گنہوں ایک دوستی چاران سب نے ایک  
پڑے کو سنبھال رکھا ہے اور بندھ پڑا ہے سر پر بھقی گلائے گھوم رہے ہیں اس چانہ ہوں اگر یہ جانیں ایک اگر کے پڑے کے  
پروں تے سے علیکے لئے تو یہ بیری طرح پکڑ چاٹنے لگے۔ بھن جان کی جزیں مضمود ہیں اس لیے یہ کا  
کھا بہے اور میں زمین پر چانہ اس لیے کر بیری بیڑا ہیں کر جو جی اس لیے کر میں انسان ہوں اور میں ڈیساں ہوں۔

گاہے گاہے نجھ بنا بھل کی آواز سنائی دے جاتی ہے کہتے ہیں بنا بھل بادل کی بھوپ ہے۔ بنا بھل اکی آواز آس پاس کے  
پر بخون کا رس اکر کے سوئے ہوئے بھال کو چھاٹا ہے۔ اور وہ مٹیں ہادھ کر جس کی حاشیہ میں نکل کھرے ہوتے ہیں میں بھس دکھ  
کے کا بادھ لگر جھوٹی کر سکتا ہوں کرم تو لے ہوئے پروں کی طرح صاف سارے آسان پر ڈالوں کے ہلانے بنی رہی جو اور  
ڈائز سے جا رہی جو اور ڈالوں کو بدار بھی جو جنی گاہیں ڈالوں پکڑتی جاڑ کہ شامیں اس لئی جو حقیقتی کھدائی کی کوئے کھدڑے میں بادل کی  
کوئی بھی جہارے گئے الجہاری پکار کوئن لے اور الجہاری حاشیہ میں نکل کھڑی جو اور جب وہ بھی کے اس کھیت پر آئے تو اسکے بادل کو  
دے اور میں چڑیا کے پیاسے پیچے کی طرح من کھول دوں اور بادل کے آنسو بیرے خلک ہوئے خلک کی آگ جما گیں اور بخون کی بھی  
بھی مٹیں کے کھاڑے پھٹک چڑیں اور شے ہے جسے بھوپی جھیں دھمل جائیں اور کھلے ہونوں سے بھلی ہوئی وہ کی پاوس ان آنسوؤں  
تی سے بندھ جانے اور جب اس بخون میں اپنے گھر کی بھت میں گوئے ہوئے آزاد ہجڑے کو بھٹک کے لیے سرگوں ہونے سے بھا  
لوں۔

بھٹکا پہری طرح نہیں گز نے پایا تھا، وہ ایک طرف بٹک گیا تھا۔ جب انسانیت ہم کے گولے کی طرح ایک پکڑا دینے والے  
حصالے کے ساتھ بھلی ہے تو وہ ایک طرف بھٹکا جاؤ اپنا سیوں کو تھہر جاتا۔

سچی بھکی کوواری بھی تھی اور بھیں میں لوگ جیزی سے معبدوں کی طرف چپ چاپ لئے ہو رہے تھے۔ بیرے ڈلن کی

آزادی کا پیداولن قیادوں میں اس کے ماتھے پر سربراہ مرٹل کے لیے آزاد بھٹکا اخلاقی پہنچ پڑا گیا تھا۔ بھٹکے بھٹکے کی جویں  
کے لیے تین طبقے رہ گئی۔ وہ نظر کر دیتے تھے اور بھٹکوں اس نکاست سے سیا تھا۔ بھٹکے اپنے تھے کا عروجی جوڑا چکر کر دیتے ہے۔  
رات بھر ہم سوچتے تھے کہ یہ بھٹکا کون گاؤں۔ یہ کبھی تو یہ سر برے دوپھل سے نہ ہے اور اسے میں نہ سیا ہے۔ یہاں کافی  
میں نے اس بھٹکے کی تکلیف کے لیے امدادیں کھاتی ہیں اور گیسیں لپیں ہیں۔ میں کافی تھا کہ سر برے اور ان دیکھوں سر برے اور ان دیکھوں سر برے اور  
دیکھو۔ اور سر برے اس حکم پڑا ہے میں چار بڑی گزیاتے سنجھن کی آوازیں پیغام زار ہاتھ فیصلہ ہوا کہ گرم سب سے پہلے جس کی آگ کو  
کھل دی جو بھٹکا گاؤں۔ اور سر برے میں نے کہا تھا۔ ”نیکے آئے گی“۔ ہم سب فرش دیتے تھے اور سر برے بھٹکے جائے گے رہے تھے اور  
باشی کرتے رہے تھے کہاں ہم آپ سی خطران ہیں اور ہم اخفا آتے والے اور کہاں ہم اسالاہ ہے اور اگر جو بھاگ لگا ہے اور سر برے جو اپنی  
اوگھنے کی اور جو صاحب اپنا کردا ہے۔

میں ہب پھٹ پر آیا ہوں تو چاند مطربی وحدت میں ہوں ایک سماں کیا تھا جسے بھٹکی کے کھٹکا ہوا ہوا میں اڑتے اور تم کا کرم  
جائے گی۔ بھٹکی کو نہیں پر ایک اکاچوں اکٹاب ختم لے دیا تھا اور چاند کا گزرہ اور جوڑا اس ساتھ تھا۔ کافی تاروں میں قصی کے  
مجاہے ایکھنی تھی۔ اور شرقی میں چاند ایک باغی سر بریل کی طرح اپنی پر کھنڈ کھیتے کی کر رہا۔ سرفہرست میں بھٹکا تھا۔ وہی  
سر بری طریقے پر اس تھا۔

میں نے جب بھٹکے کو ہوا میں بند کیا تو وہ بھرپڑا کر گھوڑی سے پلت گیا۔ ایک نڑا کوڑا کے ایک کونے میں سے پکارا اور سر  
بھٹکی کا گامگٹ کیا۔ کوڑا کے قریب ہی بندگی ہوئی۔ کمری بندھ میں میانی ناکتہ اور جاہاں سب کے سب اپنی ٹھوڑی ٹھوڑی کھاٹیں کے بعد انسان  
نے اپنے آپ کو پایا ہے اگر کیوں گھر بکار کیلی بھاگ کر کیلی بھاگ اور کیلی ٹھوڑی ہی آ جائے۔ کوئی لڑاکی آ لگ۔ کہیں آگ  
یہ بھرپڑا گئے کچھ تو ہوا کے لیے کچھ تو ہوتی میں آئی۔ زور دے دیتے اور بھٹکے اور بھٹکے نے لگوں اور ہر جنی کو چاند کاں اور بخود  
بری آگوں کے سامنے اس بھٹکے کو پاوس اور پاوسوں ”ہم آزادی“ اور ہم آزادی سے آزادی۔ آؤں کی ایک فرمادا گئی جو  
شرق دھرپ کے انسان بڑوں ہوں کے لگوں میں گھس کر رہا ہے کی اور حماری زبان ہیں کرنا ہے اور پھٹکارے۔ ”کچھ تو ہو۔ لدھا کے  
لیے کچھ تو ہا۔“

اور کچھ تو ہے آگ کا ایک شعلہ۔ کھاتی دیا جاتا ہے اور سر برے ہو لے کا اور پہنچنے کا اور سر برے میں ساکتہ صامت ہو کیا ہے اس  
 وقت میں بدھا دار پکڑ میں بے جس درجت پڑا ہوں۔ بھٹکی کے لہر تھے جوں کے کارے اسی کے قدرے کپکار ہے اس اور سر بری

زہان کی جگہ یہ کسی مدد نہ اترے جوڑی بھاگی ہے۔ اگر میں زہان کو پڑا کر آپ یہی خون کے چھوٹرے لیں سکتا تو شاید مجھ میں اتنے کی تھت آ جاتی اور میں وہی کے ایک قدرے کو زہان کی دل سے ہٹا لیتا۔ لیکن اب تاریخ اسکے غائب ہو رہی ہے اور زہان پھول کر مرے جزوے میں پھنس کر رہا ہے اور بار بار ہزار پر دل والی ایک بھگی اس پر بھجناتی ہوئی میرے محل کے ہوا تی بے آگے جانا کیونکہ مرے گلے سے یہی خونت اور کثافت کا تھا، فارمیں جہاں تم ہری انسانیت کے کھلاڑیوں میں بالکل رہ جاؤ گی اور میں سراپا الجماہوں کی کوکیں انسان ہوں۔

لیکن اس روڈ پر میرے دل میں کوئی اطمینان نہ تھی۔ یون گوسی ہوتا تھا یہے کہے ہوا ہوا آہن پر سے اٹا رکا ہے۔ صدر میرے خدمت اگر زندگی۔ ساری دھرتی ہر اگر ہے اور میرے خلاف دہن پر ایکی ہٹالی کی کہانی جس سختے پائی ساختے تجھے سے فٹے میں تیقینی سمجھ کے ابھالے نے اگلی کہنی زردی کی دھناریاں ہوا تو ایسی تھی۔ مادر میں تھکنی رہا تو سبھی میں اذان ہو رہی تھی اور یہی طیل اُل آواریں ہماریں اپنے لپٹ کر آجیں میں لپٹ لپٹ جاتی تھی۔ اپنے لپٹ گھے گوسی ہوتا تھا یہے یا آواریں پھٹک رہنے کے بعد ایک ابھی صدمائیں ہدل گئی تھیں۔ جیسے ہے اب تک جاری تھیں اور قیامت تک جاری رہیں گی اور جیسے ہے جو زردی ہیں اور بکھل رہی ہیں اور

میرے قریب آرہیں بھٹک رہی ہیں اور بھراؤ میرے بھٹک رہی ہیں۔ لوگوں کی ہمجزوں کی وجہ سے ایک اسیں بھٹک رہی ہیں۔

”کیا ہمارا ہے؟ یہ کون ہے؟ یہ کہاں سے آئے ہیں؟“

میں چالا یا

گل میں ایک بھٹک سرپٹ بجا کر اسکا ہوا گزر۔ وہ کہ رہا تھا۔ ”یہ انسان ہے۔ یہ دھرتی کا کچھ بچانے پڑے ہے۔ ان کی آنکھوں میں اب اور ہاتھوں میں خون آ لودہ تھیار ہیں اور ان کے دلوں کی رنگوں میں انسانی گوشت کے ریشمے ہیں۔“

”تم خلا کتے ہو۔“ میں چالا۔ آج تھی تو انسان نے اپنے آپ کو ہلا کے ہو آئی تھے اس کے کوئی سکھ لکھا ہے جس بھج کو اپنے قریب اٹے کے لیے اس نے اپنے بیچوں کا خشی خوشی پہنچی یہ چڑھا جانے کی امہارت دے دی اور جس دن کے انکار میں اس کے پوارے فرزندوں نے کامل بکھر جوں میں اپنی زندگی کی بہاریں گھوڑائیں، وہ سیکھ تھے اس سچے کوئی انسان اپنے یہی خون اور گوشت کے ریشمے سے مٹھت کرنے لگا ہے اپنیں تم جسمت کتے ہوئے سمرت کا بگاہر ہے اور جو بگاہر کا یا سماں تھا اسکا آج بگاہے کا ملجم ہدل پکا ہے اور میں نے نہ صحت کے کوئا کرتے ہوئے کہا۔ آج دوسرا سال کے ہر یہ اسے مطہر ہے کا ملجم ہدل پکا

ہے آن ہمارا جتنا ایک بدل پکا ہے۔

جہنڈے کا پتیار ٹھیم پے تو رہو کر مر سرانے والے ہی ہے کہہ دا۔ آہت ہوا بھی۔ ٹھے آز اوی کے قدموں کی چاپ سن لئے۔ میں صد ہوں سے سرگوں ہوں۔ ٹھے سر بلدو کر جھنی کے ان کناروں کو کچھے د جہا آئی جسیں جانے چاہے ہیں تو وہی جمری سلائی اتا ہے جیسی اور لوگ ہیرے دار کرنا چاہے ہیں اور ہاگہ ہے۔

ایک دم بہت سے فرے بندھوئے تھیں میں بھکر دھی گئی۔ لوگ کھڑکیوں اور رہائش والوں سے کوئے نہیں تھے اگلے آگ اور دھویں کی اپیٹیں میں اگیں۔ آس پاس سے ایسا لامبی اور دوسری اور تیسرا اور کراں ہوں کی اونگی اٹھے گئی جو عین نے داشت تھا تو کر جہنڈے کو بھٹک میں کاڑ دیا۔ میں بیٹھی کو کھول کر مظہر پر سے لف کر اتنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ بخدازادوں پر ان گھستہ دھڑکوں پر ہر رہے اور بھرپور تھے اور ہم نے آن کی آن میں دھلوں کو دھلوں کو اس زور سے دھکیا کہ بالائی حائیتی کی ایجنسیں لا حق ہوئی۔ ایک دن کے درمیان سے سرے بھر گئی۔ کوئا دھرم سے کرے تو کبھی نہیں اور کبھی کے دہ میں بچ کر رہی گئی۔ وہ ایک بار گلی دو ایک بھی ایک آواریں تھیں۔ اس کے تھوں سے وہ اور بھل کل کر رہا تھا اور بھرپور زبان کو گھوڑے کی طرح کار پے تھیں ہو گئی۔

اور میں مظہر پر ساکت دامت خیز گیا ہے تو اس احتمام سے لگتے رہ کر سر کا تاثر پکھنا یا ہوں۔ کوڑا کے گرتے ہی سر اپنے پڑھا کر اٹھا مگر ایک لمبڑے نڑے پر چڑھا گیا اور پھر پھیلے ہوئے تھوں اور جھی ہوئی بھوؤں والے ایک انسان نے دوسرا نے انسان کو قاتم کیا۔ یہ جہندا کیا رہے گا۔ تو کوئا کچھوں کے بھراؤ میں سر اپنے پھٹکی کی طرح ہگھی کرنا ہا تو پھٹکا تسلی پل کھا تا کر رہا۔ ”جھٹا پیٹام تے گا اے ابڑا کہ ہو ابڑا کہ ہو۔“

بہنے ایکل کرائے شوہر کو خیز سے سوچا لیا ہا مگر اکٹھ بہت سے لوگوں نے اسے بھڑایا اور اس کی بخش پھٹا کر چھک دی۔ وہ ان کی گرفت سے غل کر گوشت کی ایک گھوڑی کی طرح لا حق ہوئی۔ ایک دن کے پرے اکٹھ بھی اگی اور ہاہوں میں اپنا سید پھٹائے گی۔ مگر انسان لے لئے ہوئے ہے پہاڑوں میں رہا۔ تھا تھا ہیں ہاہوں کی اصلاحیں اس کے سامنے کیے گئے تھے تھک اسے اٹھا کر تھوں اور پاہوں سے گھوڑا کر دھماکا لیا گیا اور اسکے پیٹام تے آگے چڑھ کر ہوئے ہوئے اس کی ایک بچانی کاٹ کر اپنے اچھال دی جو دھب سے بلجاتے ہے تھے کہتے پر گری اور پھر زمین پر آری۔ ایک بھٹک نے اسے ایچی سے سکھ ہوئے کیا۔ ”وہ سر انگوہ بھی اکھیڑا۔“ اور اب ہیری بھوکی دھرمی پھٹائی تھی کی تھر کس کو دھاں اچھانے کا لفٹ نہیں کیا کیا لکھدا

کے ایک خلائق نے اسے بیوی کے سرخ پر لے گئی۔  
اور میں مر سکتا تھا تو بیوی کا دربار تھا۔

میں ازول سے ایک تاثالیٰ کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میں نے ان آنگوں سے اس اول کو انسانیت کا ابوپانے رکھا ہے۔ میں نے کچھ ڈیوں کے پاروارہ جو دینے والے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ڈیوس نے اوس کے پیوں پر لاست ماڑی اور بھائیوں نے جوں کی، آنگوں کا سندھر و حوار کیا ہے۔ میں نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ میں ایک ناموش تاثالیٰ ہوں میں ساری کائنات کا ادارہ ہواں میں انسان ہوں۔

میں نے اپنے بیٹے کو خدا نے کی تو اک پر ششیٰ عالم میں ہاتھ پاؤں گھانتے دیکھا اور ہر ہی ہفتی جس کی ساری طفیلیاں اس کی آنگوں کے ڈھملوں میں آ رہیں تو ایک بارہماں کی طرح مرا کر کر چھاہا اور باہوں کو پہنچاری سے ٹھیک کر کے جس ہو گیا۔ اور میں ترشی کر کر تباہ۔

میں نے بھر کے جسم پر سے آدمیت اور انسانیت کے منہوں کو انکھتے دیکھا ہے جسے جو ہے اس اولوں پر زرگوں اور گروں نے زندگی کا اس پیور ساختہ جس سے بچتی ہوئی تھی اور حادثوں میں باہم تھی اور طبیعت تھی اور انسانیت کی یہ تحقیق گاہیں جب انسانیت کے مفترے ہیں کمرے سے صوم ہوتے پر گریں تو انہوں نے تھوڑے کے پیاسے ہٹلوں پر بلوچنڈ رہا اور  
یہ سے اخور انسانیت پر بیٹھ کر رہ گئی اور بھاگا ہوا آزاد ہجتنا اس سے سر پر برداشت ہاں تھی جبکہ اس کا ادارہ ہواں گمراہ کیا اور خود کے شہر میں خستہ آئی گی۔

اب ہم نے سیرے صوم ہوتے کارائیں کیا۔ جو جو ہوئی ”دیوار پر لٹی دو۔“

اس کی پھر دستور مانگا اور سر رکن ہوا۔ ”آنگوں سے کہا کر جھو۔“ روئی کی طرح زستہ ہے ہی۔

پھر کاصہر میان سے تمہری کاٹاں کر کیا اور ”چلبایا سو جو دھنک کاب و سرپ میں بھیج دھنک کر لے۔“

اور نہ ان آنڈو پھرے، وہ بیچ جس کا ایک بالحروف میں کی کی ہوئی بھائی پر قوتوں پر سرے ہاتھ لے۔ روئی کی اڑیا کچھز کا حق ستر کر بننا اور درجن کی گزیا بلخا انہی جھٹلے نے بیچے اپنی بھائی کوٹ لی اور میں نے بچت کر کہ ”جس تم جیسا نہیں کر دے گے۔ تم اپنا جس کر دے گے۔“

وہ روئی بھری نے اسے سمجھ لیا کہ تم دعا ہے اس کی قدر کرو اس کی بیچ جا کر دے سماں ہو۔“

آخریں کا ایک دھرم ہرگزست لائی اور ہر سو نہیں جو اہم تر ہے سوچن کی وہ شیئی زبان ہی کی جسی کی نہیں بھی اور سبزی ران کا کٹ کر بہر سے مشکلی زبان ہی کی۔ میں دم سے پیچے آ رہا تھا تو کہت کا ایک ٹھوک سبزی ران کے ساتھ بھلی ہو گئی کی طرح لفڑ رہا تو گرمی اپنے پوتے کی طرف پنا چلا گیا۔ اسے اخانے دی وہا تو کہ جو ہری نے اس کی اگون میں دھن کر کے فلام اور نئے انسان کو ایک اور سطایی دلی اور ڈاپ کرنے میں پہاڑ کر لے جو اس کے ایک پہلا ٹکڑہ کر لے گیا۔

اپنے پیچے کی آخریں پر سے جھلکتا ہوا اس نئے پہاڑ اور بہر اسے اخاف کر گئے ہوئے کوڑاں بھی بیٹھنے کا کریزے نے سبزی پھل کو دھرم دیا۔ میں پھر اکر گر اور سر ریاح ہا گھوم کر بینی میں کے بھولپان ہیں پہاڑا۔ جوستہ ہا کے جیزی اور سختی سے میں نے کریزے کو پھلی میں سے کسرہ اور نئے کو ایک بار سے کھپک کر باہر گیا میں آ کیا اور بہر اس سے بھاگا۔ پئے کوئی نہیں نے پھٹے سے چمنا کا تھا۔ چاروں طرف چکان اور چھپکیوں کی آوازیں بھروسہ دی جس اور سعدیں رہے تھے اور اس پاں اہم تر ہے جو اس کیں ہیں کہنی ہوئی تکڑیاں پھکیاں ہی بھاری تھیں اور نئے نئے کوئی نہیں کر رہا تھا اور میں بھاگا چلا گیا۔ کسی نے سبز اتفاق نہیں کیا۔ کسی نے نئے پہاڑ انہیں کیکل اس اور ۱۹۸۰ء کا ۱۹۸۱ء ہر ان کا ۱۹۸۲ء کی ایک ہی ہر ان کے مقابلے پر بھل کا بھل۔

پھر ان اولاد جائے پیش کو قدم پر انسان نئے نئی بو جروں کی طرف نظر لے گئی تو نہیں ہوتے۔ اب میں کھٹکوں میں آ کیا تھا۔ سوچن نے کئی پا جو اور جو اس کے کھٹکوں پر ہوا چکڑ دیا تھا اور جو اس لے ہوئے اسے اخباری تھی اور آہن صاف سحر اتفاق اور درختوں پر چڑیاں بول رہی تھیں اور پوچھ کر بے تھے اور بہت اور بالکل باہمیں کوئی پارہی تھی اور وہری تھیں دلبا کے لیے جو رہی تھی۔ ۰۰۰ میرے پیچے سے لگانے چاہنے کیاں دیکھ رہا تھا۔ اس کے دامہم بال اس کے اتحے پر لگ کے تھے جو یہی جڑی اگھوں کے پھولیں پر نہیں نہیں تھے مگر جو یہی نہیں تھے جو ہوئوں کے گھولیں اور ہوئوں کے گھولیں پر نہیں۔

دھرتی کی اولاد بھل کے سبزے نئے اور میں کی بھاٹاں نٹک بھوکی تھی۔ اب ان بھاٹاں سے دھوٹیں بھوٹے گا۔ اب ان میں سے دکھتا ہوا جو اور کھلتے ہوئے آں نہیں گے اور ان کی جگہ، نہ سو لے لیں گے جن سے جپ۔ سے گی تم اس دیبا میں قصی ایک اجنبی کی حیثیت رکھتے ہو کسی بیوبھی سے تھماری کر کم پا جو دو اس ایجنت کے ۳۰۰۰ کے پیاسے ہوں گے میں سے تھہارے پئے گھنی سے پانی خرید گا۔

اور وہاں ایک بھاڑا کی کتوں میں پیچے کو لا کر میں نے اخنا پاہا تو کھلا کر رہ گیا۔ ران اور پھٹلی سے اٹھنے ہوئے غمن سے

بیری ہے اگر اکڑی تھی اور آنکھوں کے سامنے بچاتے ہوئے سرخ ہاتھوں کے گھم لایا تو کارگر ہے تھے اور سرت کا احساس ملتا تھا۔ پیچے کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ کی خاموشی پکڑتے تھے۔

میں نہ یقین کر سکتا ہوں کہ جو کوئی ہر طرف خلکتے ہوئے ہو شاید۔ شاید اور میں اس امید پر ریختا چلا گیا۔ ایک بند کھانی دے جائے تھا میں اس کا کیا ہے اسی ہر طرف خلکتے ہوئے ہو شاید۔ شاید اور میں اس امید پر ریختا چلا گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ بیری کو کھر بے نہیں بنا سکتے ہیں اسکے بعد میں ایک بند کھانی دے جائے تھے اسی کی وجہ سے اس کا بار انسانیت کی آخری یا ہمارے گار کے یوں ہوتا ہے جو کوئی کر سکتے ہوئے ہو شاید۔ میں نہیں چکتا ہوئے ہو جائے اور یا انسان زندہ ہو جائے اور ان دیواروں کو آپا اور کر سکتے ہوئے ہیں اور جو میں نے پہلیاں بھائی تھے انکے سمجھوں کی اگر بیکار کے چاں اچھوٹے سمجھوں کو دیکھا اور وہ چاہا کیا ہے۔ ان راہوں پر کیا تھا اسماں اگر کر سکتے ہیں جسیں سمجھوں کی صورت میں دی گئی تھے تھا میں اس کے کام سے انسانیت اپنے آپ کو پہنچانے والا آنکھوں میں اتر اہواج میں اپنے اصل مقاصد کی طرف اوت کر سکتے ہوں جو کوئی میں بدل جائے۔ شاید۔ شاید۔ اور میں اس امید پر ریختا چلا گیا۔

میں بھی کے اس کھیکھتے بھکر ریکت آیا۔ بیساں والی ہوئے یہ بھی ٹھوڑوں اور بیچوں کی تاریخ اور ہاشمی خلک آئی۔ بھی بھی یہے کہ ماں کی کی جوئی راہوں میں دیکھے چڑے تھے اور ماں میں منت کے بھیجے ہوئے ہیں اپنے کو اسی زندہ بادوں سے احاطہ ہے جیسے کہ ریتی تھیں کیا فرشتوں کے داماد سبھے کی بھی ایسیت تھیں جو کہ اپنے بھیجاوات کا مرکب ہوا تھا کیا ہیں وہ آزادی ہے جس کے تاریخ سماں نے کیتے گائے اور ہمارے بھیجاویں نے جسمیں کھائیں اور کیا بھیں وہ انسان ہے جس کی قاطر آساؤں پر ستاروں کی چھوٹیں جانی گئیں اور زمین پر بھیجاوں کے کڑاں پہنچے اور بیواؤں میں خوشبوگی ریکھیں اور بھر نے گلکارے سمندروں نے میرے سرخاں پہنچا اور کسی اور سحری خوشوں میں زندگی نے جنم لایا اور خدا نے اس کے پاس اتنا ڈھنگیرہ اور گردبیجے کی پر اور خودے اور گھرے اور کاکات کو لکھنے والے اور ہرلی سماں اگر در ہے؟ اور کیا ہر تھی کا سماں بھیجتا ہے کہ اسی بیویا کرنے والے بھیوں کی اونٹ میں ماں اور بیویوں کے جسموں سے اس کی طبادت کو کھوٹ کر خاک پر ٹھوٹ دیا جائے پھیوں کی خاتم جلد پر بگراؤں کی دھاریں آزمائی گئیں اور بیویوں کی بندیوں کو کہا گئی لکڑیوں کی طرح تو اسی کاہر جو اونوں کی احتیاطیں میں ختم پر بکھری گئیں اور کیا اس جو اس کے کذمی پر اپنے کوئی غیرت مند انسان زندہ ہے؟ کیا شرق و غرب میں کسی اپنے انسان کا سرائے اپنے بھی مل سکتا ہے جو ماہت کی آنکھوں میں آسمیں اُنکے کا جو صدر رکھتا ہے؟ اور کیا تم اس انہوں قائم جو ایک بھائی چاہا ایسی کے قدموں میں پہنچ لیں گھلی کی طرح بے کار

کہ کریمیک آئے ہو، اس دن اپنے میں پانی کی خلاش میں ہے۔ تم جو اس سرگزتی کا آخری لگتائی اپنے ہے اسے کامے بھاگے تھم پانی کی خلاش میں ہو، مگر اس لیے؟ انسانیت کے آخری وارثت کے لیے؟ تم یہ کہوں گیں کہے کہ خود اپنی پاس بھاگنے کے لیے چیزیں پانی کی خلاش ہے!

اور معاصر یونیورسٹیوں کے درے اور درے سے "پانی پانی" کی پا رہی۔ سیر اعلیٰ چانے والا اسراز ہاں پر چھے نیک گلی مڑھ گئی۔ "پانی پانی" میں کہا جاتا ہو، مجھے ہاں پر مجھے ہے سمجھا۔ گمراہی کے ان چیزوں کے سامنے میں، جنہیں بہت ہی جزاں نے اپنے کر سنبھال رکھا ہے۔ "پانی پانی" میں کہا جاتا ہو، اسے مجھے ہے جس چیزوں میں اپنے کامے کی خوبی پہنچا جائے اس اعلیٰ صفائی اور غصوں آؤں تو ہم سے تمام ایک سبب کا اگر رنج پڑے تو ہم سے ساری دنیا میں ایک میں ہی مظلوم ہوں۔ اور مجھے پانی کا ایک گھوٹ مل جائے تو میں ایک آن میں ساری کائنات پر خادی ہو جاؤں۔ اور ایک بہت اونچی چھٹی پر ایک بہت اونچی گفتہ پہاڑ ایک ایک انسان کو پہنچھوڑ جاؤں اور اس کی کھوچ یہ کہ چھٹا کر چھٹا کر گواہیں اور چھٹا جاؤں۔ اس کی پہلیاں توڑ کر اس کے دل کو بچوڑ کر اپنی اونچی وابستی پیاس بھجا جاؤں اور قیچی گاہ رہوں جی کہ اس درخت پر کوئی انسان باقی نہ رہے۔ اور ہر میں اس زور سے ٹکاؤں کو بھیجھرے سیرے علیٰ سے گاشت کے یہاں کی پھوڑی کر چل جائیں اور پھر میں اس چھٹی پر یہ پیارہ جرمی کھازیوں میں کوہ جاؤں اور، مہیت پا کھوٹل رہ جائے اور ماٹھیں کوہاںکی آناؤں پر بدلایا جائے اور میں کے بہت جا کر ان میں پاکزہلانی ہوں کو تقدیر کرنے کا کھل بھرت ہو لیا جائے۔

اور میں اس حق میں خرق یہاں گئی کے ان بے نہیں میں سمجھ رہا ہوں۔ مجھے گھوٹ سہر پانی کی خلاش ہے۔ ہاں کی صحیح اسیں کہیں دوڑ چاہیں۔ چکٹے ہے سبز پر اس میں گیسی سیرے علیٰ سکھ جا کر اسراز ہاں ہو کر پاندھ جائی ہے۔ سمجھا لے ایک کھس کی کٹریں اپنی کوہاں کی کھاہیں۔ ہر ہب کی وجہ سے گئی کے ٹکڑے ہے پاہے اور اور اپنے ہار ہے۔ مجھے گئی کے ان چھوٹوں سے اس پھر ہے۔ اسی بھولے ٹکڑے انسان سے آناؤں سے نہایت سرف ایک گھوٹ پانی ہاں ہے مجھے پانی کی خلاش ہے۔ ایک دن گئی کی خلاش ہے سیری کی خلاش ہے کہ کچھ میں خدا کی بھی جسم ترین گھوٹ ہوں۔ میں انسان ہوں۔



## شیافرہار

گاؤں سے گرتے ہے ایک سو سو مسافر نے پہلے چڑیتے ہے کہا:

"اس وقت اہم کی بھٹکی بڑا پر سلطانوں کی اٹیں پھادی گئیں اور ان پر سکون اور رخواں کی ہولیں اور اریاں گزد رہیں اور ان پر کوئی رنگا چاہا، ہے اور اڑاکنیں ایک بہت زیادی دیکھ گئی گئی ہے جس میں تل کا لکڑا ہے اور شیر خوار سلطان ٹھیک ہے ہمارے ہیں۔ اور اس کی جذبی سہب ہے ہاؤں کے چاروں چاروں یہ نہادن کے بہت کوئی ٹھیک ہے گئی اور ان جوں کے پہر سے داد بے شکار کی اور رخواں کی کھوں میں، مہر و خود قیمیں اور اس کی کالاں قیمیں اور اس کی اتمم اور ہے کہ پھٹے جوں کی رات کا لام کا سمن پاگ بڑا کی بھی گی اور سب اس کی "اٹا" کا لفڑیں کا ناپ ہو گئی۔"

"اور سلطان ہوتی؟" ایک نوجوان نے دوڑا دوڑا کی لامھی لی۔

"سلطان ہوتی؟" سفر نے اٹھے ہوئے کہا۔ "اس بارے میں تم نہیں پہچتے تو بھر قاچیرے دست اس بارے میں تو مرف پر کہ سکن کا کردنا کے تمام سلطان اور جو ان کا اپنے درپرتوں کی کاکل لگن ہا ہے۔ اور یہ کہ کرس لے گلی کے ایک بڑے آنکھیں پہنچیں اور چوپال سے لگا۔

وہ بھی چوپال پر ایک اتنا کا خاصی طاری رہی۔ بہت جو ہے مجھے دلتے ہیں جو ہیں جوں جوں میں آگ بڑھ کر گئی اور جوں جوں پر آنا کا اپنا اس اجرا گی۔ پہاک بھترن کر لیا اور گر جا۔ سوچ کیا ہے جوں جوں اتنا ٹھوٹ۔ اور کچھ کے بعد گاؤں میں ایک بڑا گیا کہا۔ جہاں صرف دو چوپانوں کا اس اندھا ہا گاہوں میں بھر چکا ہوا بھر کاٹے۔ جتنی بولی بکڑیاں دیکھ لگیں۔ پہنچنے سکون کی دکانیں دوئے گئے۔ باڑے چوپال اور سہب کی بہت بڑے چوڑے گلی میں صرف جو گئے۔ "اس وقت جو ہجکا آگ بڑا کے۔" ہوتی اپنے کاٹوں کی بکڑیں پر چوڑے گھوٹ کے غوف سے بیٹائے اور دیکھے۔ وہ سکون کو کچھ کرنے لگیں اور جوں جوں دو چوپان اور گھوٹ کے اندھوں اسے آؤ کر گھوٹ کے اندھوں کے تینوں گھرے گھوٹے پھاٹاں اور چوپان اگ کرنے اور ہال جانے گے۔ زخمی اور سوت میں دو ڈن باری ٹھی اور سو سو مسافر اس سرگاری ذخیرے

کے ایک نشانے کے کارے ایک درخت کے سامنے میں لیٹا۔ ”ایسا“ کہا ہوا۔

بھرپور اسلام کے گھر سے خون آلو بھرا تھا اسے اور تم کے قوانین اٹھائے تھا۔ چند قدم چلا اڑ کر قوانین گلی میں لانگھنے والے درہ پر پاس کر پا دار ”فتح“ رے ایک آٹھوائیں دن تھا جو اسے اور پھر رے۔ بیری یعنی سمجھ کر پھارے اور اس سے کہنا کہ انہم مرنا کہا گی گے۔

”یہ چڑے تھیں قوانین میں زار برادر طوفانی کے جوان ہو چکا تو اس۔“ شمعی بندھوئے اور جھڑا یک بجھی میں رکھا گیا جس کے سرے پر ایک مکان جل رہا تھا۔ اٹھتے ہوئے ہو گیں سے تھیں لینی دلی جسیں اور زار برادر طوفانی نے بچتے ہوئے مکان کی گھستے سے پھٹا گکہ اس کا ربانی ریخ علی ہدی توڑا تھی اور اپنی سمجھی کو سمجھا سمجھ دیا تھا۔ وہ طوفانی کی لاش میں سمجھا گھونٹنے کو کہا تھا کہ مخدود مکان کی گھستے سے آواز آئی ”بھر غزال۔“

بھر نے سر اٹھا کر رکھا۔ ایک بار کی مظہر کی آزمیں دیکی تھیں تھی۔ بھر کو صرف اس کی آنکھیں خدا ری تھیں جس کی وجہ سے پکان کیا۔ بھر نے اس کو پیچے لے جا کر اس نے بھر اور دری کی اور بھر اس کے پیچے کے تھے اور نعلیٰ میں مصوبہت کی نزدیکی۔ اس کی دھشت سے بچنے آگھوں میں بچکنے والات کے سارے انسان کی خطا بھر گئی اور بھر لڑا کر رہا تھا۔ ”شانی“ اس کو پیچے زیر اپ بڑا ہوا۔ اور بھر تھری سے بدل آزاد میں ہوتے تھے۔ ”شانی“ تم اتر آؤ تم سرے پاس آؤ جسیں کوئی کچھ نہیں کہے کہ جسیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سب جانے ہیں کہ تم شانی ہو۔ آجاؤ تھیں سے بکھر آؤ۔ میں جسیں ہیں سمجھو تو کہوں گا یہیں کہا جائیں ہوں۔ آجاؤ۔“

”بھر“ شانی نے اپنے انداز دشت، دکھان کو بدلتے لیکر کہا۔ ”تمہارے بھرے پر خون جانا ہوا ہے اور تمہاری آنکھیں سرما ہوئی ہیں اور وہ سامنے سر اٹھا۔ بھر اپنے ہنس لے ایک بار کہنی کے ملے میں جسیں اپنے کاموں پر بھالیا تھا اور بھاگنے لئے سارے بیدان میں سمجھا تھا۔ اس کا مکان۔“

شانی نے ایک بار کہنی پیچھے رکھا اور بولی ”نگے بھی ایک ماں لے جاتا ہے بھر اور میں بھی ایک باپ کی بنتی ہوں اور ہرے بھی دن شمع نئے جمالی اور ایک زر اسی بھن ہے میں بھی انسان ہوں۔“ اس سب اساب کی بھرپوری میں رکھوں چھپے کے پیچے ہیں اور شانی کہتے کرم ہی چھے ہوں۔ اور تمہارے بھالی اسماں اور اس قدر رہے ہیں اور اندر بھر پھٹک رہے ہیں اور میں بھاگی تھی دیر سے چھلی ہوں۔ میں تمہاری رہا سمجھ رہی تھی۔ میں جانی تھی تم خود را آؤ گے۔ نگے تم سے صرف یہ کہنا ہے کہ کیا مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں وہ بھی

سلطان ہی تھے جنہوں نے ہمارے گردی کی آمد پر درج مخالکے لیے اپنی سہی کل اٹھنی بھی دیکھی اور تم بھی سلطان ہو جو سکھوں  
بندوں پر صرف اس لیے چڑھا دے گو کہ وہ تمہارے خدا کو کسی دوسرا سے روپ میں دیکھتے ہیں میں جو ہی تسلی سے آہتا ہے تھا  
رہی ہوں اس لیے کہ جو ہے والا ہے وہ خود رہا گا۔ یہ سب سے پاس بھی کہا پا ہے اور جب ہمارے گھر کا دروازہ تو اس کرپاں  
سے میں اپنا سید پہاڑوں کی بیکن بھی تم سے صرف یہ ہے چھٹا تھا کہ کہا تھا لے یہ سب کچھ مذاق تھا؟ کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟  
کلام کو گول کوہتہ ایسے تھی کہ مون کے بدلتی ہے اور کیا اگر وہ جسیں صاف کر دیں گے؟  
یہ پھٹکت کی رہی بہل رہی تھی جس کی کافی کی کافی تھی تو جھٹکی کو جھٹکی کر جا قہر۔ ”شاتی پادھ اخاء لے یہ جا  
رہی ہے۔“

اور جب ”چکتا جا پاتی کا کر میں بھرتی تھی تو جھٹکا تھا۔“ شاتی پادھ میں چاندنی بھر دی ہے۔ ”اور جب“ کا کہا ہے جتنی  
تھی تو جھٹکی کہنے کی وجہ سے اسی پادھی کو کہا کر شاتی پادھ یہی پھٹک رہے اور میں اسے تھی کہتار ہوں اور سوچن تیست بھک بھکی جما  
رہے اور یہاں اگر بھک رہے اور پاتی اچھا رہے۔“  
یہ دی جادہ کرنی تھی جس کو جھٹکے دوسری بھک تلزیخا ہیر دو دیکھا گھر سے جوے جوے نہ زم خلاصہ کر پھٹکتے ہیں اگلی کے  
سوڑ پر جائے جیسا جاہوں ان لکھوں کو ہر اتر دلتا ٹھکنی ہے جب شاتی اور سے گورنی اس حالت میں کی ایک ہاتھ نے کا گرد کھامہ رکھا ہوا  
اور دوسرا ٹھکنے پر سخوار جو ہتھ اور سس کی لکھوں کے سینے درج میں سلیکر ٹک کی ایک بخدا یا اس کے گھر سے چھرے پر فتن  
میں گھل کر نیک دوزاری ہوتی تو جھٹکی کوٹھل میں سخوار جاہوں اور بولنے کی کوٹھل میں اس کی زبان لکھ ہو جاتی اور جب  
شاتی پادھی اگلی میں دا سب ہو جاتی ہے بھی وہ اسی طرز دیکھا رہتا۔ اور جب لوگ اسے ہیر دو یاں ہٹکی مل جائیں دیکھتے تو کہتے ”اول  
اول مرگی غنی مژہ میں ہوتی ہے۔“

جھٹکوٹھکاٹتھی کر شاتی نے ان دوسرس میں اسے ایک بار بھی آگھہ بھر کر بھک دیکھا تھا۔ اور وہ خوش تھا کہ شاتی اس کے  
قرب سے گزرتے ہے کہ بھکت بھیں کافی اور اگرچہ اس کی لکھوں کیسی بھی رہنمی نہیں بلکن ”جھٹکی لکھوں“ کے لیے کوئی  
ذمہ تو اسکو نہیں کرنی تھی۔

اہراب دی شاتی اسے مسلسل دیکھ دی تھی۔ اس سے ہاتھ کر دی تھی اسے شرمندہ کر دی تھی اور دوسری تھا کہ گاہیں والوں کو  
فشار پا کساتے ہوئے اسے پنجاں کہوں ڈا یا کسی کاہیں میں شاتی بھی رہتی ہے جس کا ہاپ ڈھانپے کی وجہ سے دکان پر بھک جمع

سکا اور جس کی بارگاں کے چڑے چڑے گھر میں پہنچنے کے قوانین اور گزی گھوڑیں اٹھانے جاتی ہے اور جو اس جگتی بھرنی دکان سے جو ٹکڑے اٹھاتا ہے اس سے شناختی اور اپنے 10 مرے پہنچان کا پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کسی نہ ہو چاکرِ محنت و حکم کے درمیں پر شناختی کی بارگاں کے پہنچنے میں مخفی بیاس بھیتی ہے اور ماشین کے بروز وہ شہرست کا تابعہ اسلامکا شہر میں بھی دھنی ہے اور اس اور اس نے کیوں نہ بھکار کر شناختی کی نہ تو سارا چھٹت اڑ جائے۔ گھریلوں کے بروز اچھا ہمیں گئے سارے اچھے نہ اڑ جائے گی!

و پک کر آیا اور کوکر مٹی پر کوئی گرفت میں بھکڑا پالا گرا کامیاب نہ ہوا کام ایک جزیت خود رہا انسان کی طرح نہایت لاجت سے کہنے لگا۔ ”شائی پیچے جاؤ“ پھل سیرے کندھوں پر پا دیں رکھ کر تراویث میں تھارے بعد تھارے سارے گھر دلوں کو عمالوں کا بس اک تمہرے باس آ جاؤ۔ آ جاؤ شائی۔“

شانتی پہنچا پہنچا دیتے اسے کھوئی جا رہی تھی۔ اور جب حضرت نے اسی اور اپنا اکابر ہاتھ پہنچا دیتے اور درج کیا تھا۔ رکھے جب مگر وہ اسے کھوئی تھی اور پھر پر لی آگی میں شکر بندھ کر الباریوں کا ایک دنہ زانہ دلائی جسے حساؤ رہا تھا اور شانتی کے گمراہ دنہ از جس پر نکھروں کے گلے مذکور ہے تھے اُنہوں کراگرنے کی دلائی تھی۔ سیری کرپان ”شانتی نے مکلی پر اندازت کو بدلا۔ اور کسی بارہ نہ لے۔“

حضر آنکھیں بھل کی ہیں وہ آگئی۔ ”انکھیں“ وہ بچھڑوں کی پوری قوت سے چھپا۔ اسی انکھیں بھگاتم اسی انکھیں کرو گیم برا اٹھکار کر گئی۔ جسمی اپنا وسط انکھیں اپنے واپر کو واپس آگئی کے سرے ہے نہوار ہوتے ہوئے انہوں کی طرف پلاں کے آگے آگے دھمادم دھولنگ رہے ہے اور طرف پلکا زیاد تغیرے کر رہے اور پھرے چک رہے ہے خواہ دشائی کے مکان کی طرف ڈھوندے ہیں۔

حضرت پیر حافظ بہا اکرم یا اسرارِ دل و مخلوق کو اپنے چہرے سے پھاڑا تھا۔ شورا یا کم قلم کیلئے حضرت بہا اکرم کی جانبی کے گھر کے نئے نئے دروازے پر جاؤ کیا اور اپنے کروڑی دری پیٹھیتے ہوئے درچالانے کا۔ پیرے بھائیوں میں ابھی یہ چلا ہے کہ مسافرِ اصل میں اگرچہ نسبت بھائیوں کا ویڈیو ہے کہ بہا اکرم کاون جاتا ہے اور لوگوں کے ہاتھ میں زبردست ہے۔ وہ اگرچہ کی چال ہے اور اب ہم اس کی چال میں بھی آئیں گے۔ اگر یہ اس کی چال بھی تھی تو پھر کیا وجہ ہے کہ کندھا دریا اور کری ٹھین اور سفید چال سب کے سب اپنی چوپاں پر پیٹھیتے ہو گئے اور ہم اس دیوار پر چلے گئے۔ اور ہم فریب سکھوں اور کروڑ بندوقوں کے سیخوں میں چھمے گئے کھوف کھوف کر اسلام کا ہم بلکہ کر سے ہیں کہ اسلام نے ہمیں یہی سکھا ہے؟ اور کامول اگر

بیہاں لایا کیا تو کام بیہاں کا بدلہ میں نہیں لیا جائے گا اور بھرپرے بھائی بیہاں وہ کونا سکھیا احمد قاچو ہماری شادیوں اور عماری  
ٹھیوں میں شرک کیجیں ہوا کام نے پنکھ دیکھا کہ سلطان کے جاذبے کے ساتھ ایک طرف اس سکھ کی اولیٰ بھتی ہوتی ہے؟  
اور بیت کو لانے کے بعد سکھ تھے جی اور نہایت صورتی سے کہتے ہیں "مر جوم کی روں کو اواب پہنچانے کے لیے تو پڑھ دیجے۔"  
اور کام تھیں یادوں کی ہماری میوں اور بیہاں کی ہرم شار میں پر شاد بنا کیا ہے اور کام تھیں جانتے کہ اس گاؤں کے میوں  
کوئی سکھوں نے کہا تھے جیں کام نے بڑھتے ہنداری اخیر تک پوئیں دیکھا کہ وہ طریقہ سماں کو منظہ دا گیں رہتا ہے اور  
برہم سمجھا پہنچنے کی بیہاں کی بیہاں سماں کرہا اور کپتان کھواک سمجھنے اس گاؤں کے درمیں سلو جو اون کلر کیاں دیوانی ہیں اور  
اسے قیصر میں کوئی اوقیان سے بھا جائے۔

بیہن پر سکتہ مارنی قاچاند ایک دوکوں کے قیصر بھی بھکر گئے تھے اور کاؤں کو لوٹتے ہوئے پنچہ رہیں جاہاں تک بھول گئے

۔

ایساں بھروسہ اور پرے کو ادا یک طرف بھاگے ہوئے چلا ہوا "گلی میں بھرو ہوا اور سکھوں اور بھدوں کو اپنے سینوں سے  
کھاؤ گئیں والا سوچاں سے پور کرہا اس گاؤں کا اس سخاپ گاؤں دیا کو جلانے سے بھا جاوے آگ بھاڑا زخمیں کے پیشان پانچھا  
اور اعلان کر دو کہ ہم اس گاؤں کے اتحے پر بکھ کا بیکھ ملکے ہم لیں گے گلی میں بھرو ہوا جاوے۔

اور بھر کھوئے کے بعد گاؤں سے سرگاشیں کے بھن جھبٹ کے جاؤ کیا آؤ گئیں آدمیوں کی آریتی۔ چھوپوری میں سکو سہو کی براپ کے  
پاس کھلے سلطان بزرگوں سے باشی کر رہے تھے اور بھر میں کرنی گھیں ہیے کہ سلطان نے اس کی کاہیاں دی جس اس سے  
تل بھجن لیئے کی وگلی دی جسی اور جھار کے چھترے پر نئے نئے سکو پھوپھو کر بھرا رہا تھا۔

پھر سکھوں میں سکھوں اور بھدوں نے اپنی کاہیں بھی بھوکل لیں اور پختہ بھی آپا جو گیا اور کافی کے چاہوں میں چاہوں میں چاہوں میں  
بھی افڑیں جانے لگیں اور جو گلی کے سورپریٹیں ہیں بھری مرگی کے تھے ہیں سے جوڑا گئے۔ شانی ایک ہاتھ سے گاگر قاتے  
ہو دیسرے ہاتھ سے دہنے پر کھوڑتی گئی سرکھن جوئی آئی اور بھر ایسی کی اکٹھیں میں بھیجا ہی رہ گیا اور سلسلی بندیاں پر شخص میں  
گھلی جوئی کر دیں سے شانی کے بیچے پر گاہل چک رہا۔

اور ہر ایک بڑے جب بھر کی دہنے کے گاؤں میں کبھی کام مقابله، بیکھنے کے بعد شام سے بکھرے پہنچے گاؤں کو پلانا اور پیازی  
دہنے سے گزد کر میدان میں آیا تو اسے سامنے کھوڑا بنا گاؤں تھکر آیا جس میں آجی شاید ایک جیسیں بھیں خود بھرک اٹھے تھے اور

گیوں میں اگلے بھائے خدا رہے تھے اور جسی بیویوں پر بیوی جسیں اور کتنے تھے تھا جو بھائے ہے۔

ایک لئے کے لئے تو وہ جم کردہ کیا اور دوسرے ایک دس جزوی سے جما کر کلارس کے بیچان کے پیچے بیٹھ گئے۔ اور جب ”  
بیویوں کی بیویوں کی بیویوں تو سے عکسون کی ایک خدار خلا فرا آئی جس کے آگے یوڑھا جانشواری ایکسر ٹھوٹھا۔ وہ بیوی بیٹھتا ہوا آرہا تھا اور قدم  
قدم پر جم کر لینا آگھس پر پھٹاتا تھا پلٹ کر دیکھتے تو اور دیکھنے لگا تو۔ جھر کو کھینچتے ہی وہ بیویوں کی طرح بلبا ادا۔“ جھر نے یہی  
بھم کو لوٹ لیا کیا۔ اسی بیویوں سے ٹھلا جا رہا ہے اور بھاری بھیوں کا ایسیں میں باقاعدہ رہا ہے۔“

اور بھر عکسون کی اس بھی خدار نے جھر جھر کری رست گاری اور جھر ایکسر ٹھوٹھوٹے پاس جم کر لی طرح جما گئے لیا اور جب وہ خدار  
کے فری سر سے پر پکڑا تو کری بھیجیں رہ چکا تھے اس شان سے آرہا تھا جیسے ایک سے دارچوں والوں میں بیٹھنا گئے جا گئے ہوں گے  
رہا ہے۔ جھر کو کھینچتے ہی وہ کر جا آئی تھیے اگر جن کا بھا جاؤ ایک اور سافر آیا تو جس نے اسیں بتایا کہ ”

”ووکھاں کرتا ہے۔“ جھر جھر۔ ”اوہ کر جو کچھ بھی کہتا ہے تو بھی ہم ایسا بھی کری گے ہم مسلمان ہیں۔“

”تو بھر بھاں کرنے کا۔“ کری بھیں پیدا کر جا۔ اور گاؤں والوں نے اس کی ہمہنماںی کی۔

”پی کام ہے۔“ کری بھیں بیلا اک بھان سب کو زندہ حالت تھے میں پہنچوں گے۔“

اور وہ آگے جو گیا۔

اور جھر ایک بھار کے پہنچے کے پیچے کھو انکھیں دیکھا رہا تھا ایک جگہ بات تھی کہ ان میں ایک نوجوان بھی تھا تھا ایس  
کے سب دو جھر درالے یادو ہے اور بہت سے پیچے تھے ایک صد بیوں کے بھاؤں کو حصت کرنے جا رہے تھے۔  
جھر بھر گاؤں کی طرف جما گئے کاٹا جو جب وہ سب کے سامنے والے پیچے رہے پر پکڑا تو اے گاؤں کے نوجوان خلا آئے جو  
بھروں کی ایک خدار کے درگرد کھڑے تھے۔ اور اونچے ہوئے سوچ کی کروں میں مشن نے گھل کر بر طرف کالا پھرک دیئے  
تھے۔ اور پرندے والیں اپنے آشیاں بھاؤں کا جا رہے تھے۔ اور سب کے گھن میں اگی ہوتی تھی کی آڑی پھٹک پر ایک بھکڑا ہوا کوئوں  
رہا تھا۔ اور مشرق سے کافی کی ایک بھاگ لامبرتی تھی۔

”شناخت۔“ جھر نے برس کی بھیج فہارے کی طرح پھٹک گئی اور بکھرے ہوئے ہوں پہنچے ہوئے کپڑوں اور کھنکوں میں  
ہوئی آگھسون، اولیٰ نشانتی نے پھٹکی بھکنے بھیجیں۔

”شناخت۔“ جھر نے اسے پھولیا اس کا تھوڑا بھگڑا اور بھر پلت کر نوجوانوں کی طرف دیکھا جاؤ ایک دس زور سے فٹے کر شناخت

ایک اور جان بختیں پر بھری سکراتت لیا اور بھر کے ہاتھ بھاہت زندگی سے شانقی کے کھٹے ہے سے اخاتے ہوئے کہا۔  
”آپ ذرا لا خود بیواد سے لگ کر بچھ جائیے یہ مولیٰ تم نے پایا ہے اور ہمارے سے میں آپا ہے نما را گاؤں گوہ ہے۔“

بھر کے سارے جسم پر لذت طاری ہو گیا تھی کیسی تجزی سے اس نے بھر ادا کیا اور پا گوں کی طرح جگلیں میں ہوئے کہا۔ کہل پھو کر تو دیکھے شانقی کو کوئی نہیں لے سکتا۔ کسی ماں کے وال میں حوصلہ تو بھرے ساختے آئے۔

پھر سارا خود جانوں کے بھرے ایک سماں تھیں میں ٹھوٹوں کی رہائی ہے اور بھری آگھوں کے سارے ان گھنٹے اولاد  
نا پہنچے گے۔ ”بھل ہو چکا ہے۔“ ایک نے بھر کا پٹ کر کہا۔ ”شانقی شیرے کاں ہیجی ہے۔“

”شانقی کو کیسی لے سکتا۔ ایک بڑا بھروس کا تمہارا  
وجہان بھر ایک سماں تھے۔“ بھٹ جاؤ اور۔ ”شیرے نے اسے دھکا دیا اور شانقی کی طرف جو صادر شانقی ہاں پہنچا کر بھر  
کی طرف جو گی اور بھر ایک سوہان ان کی طرح شانقی کی طرف جو صادر بھر تھا اس طرح میں مالک ہو گیا اور شانقی کو بارہ سے سچھ کر  
پہے لے جانے لگا۔

”شانقی تمہری نہیں۔“ بھر پڑا۔  
”تمہاری بھی نہیں۔“ شیرا چلا۔ ”مگر کوئی نہیں جو وہی تھیں؟“  
”شانقی کسی کی بھی نہیں۔“ بھر نے بھاہت سکون سے کہا۔ ”شانقی نہ تھی ہے نہ بھری ہے یہ کسی کی بھی نہیں۔ شانقی کو کوئی نہیں  
لے سکتا۔ تم میں نہ کوئی اور۔“

اور بھر تھیں بھی تھیں میں بھر کا بھر ایک بچھے ہے مٹھے کی طرح ہے اور شانقی کے پیٹ میں کروٹھ بدلنا ہوا اور بھری طرف  
سے بھل کر اپنی ڈک کو زمین میں باخی کر دیا۔ آسان پر کافی کی گاگر کو ایک بدلتی لے کاتھ یا قدر۔



# تکین

یہ ان طالب کی بات ہے جب تھے تو ملے پاکستان میں ہر بڑا کھوں پتہ گزیں، اسیل ہو رہے تھے میر سعید کا باعث ہوتا ہے لے کے "موزیں شر" نے اسی قدم اخایا تھا۔ میدان میں بھلوں بھک انسانی ٹپے کے امور بھرے پڑے تھے۔ اب تھے اسے سوچنے والے اس بھلوں کے سماں کو وہ بھک پہنچا رکھا تو اور شامیل کے پہنچنے والے ایسا رپورٹ ہوئے اور تھوا کا انداز ہوا گا ہے تھے۔

"کوئی ان لاکھوں لے ایک صاحب نے کھلے سب سرکار کھوں کوہری میں ہالا۔"

"پاک ان لاکھا کو کہا۔" "اور سے صاحب نے پلت کر کہا۔" "کھم کی تھوا کا انداز دیکھا۔ مٹکھل ہوتا ہے خود اونچ جاؤ کوئی کہئے۔"

"پہنچنے والے کو کہا۔" "پہلے صاحب ہے اور مٹکھل ہو گا۔"

"کتنی زبردست ریجیڈی ہے۔" "اوہ صاحب ایک بھی سماں لے کر عالمی گھر نے لے۔"

"کتنی جوی کھروائی ہے کہ انسان ایک بار ہجرت سے خالد ہا گا۔"

پنج بھندی صاحب جو اوہ صاحب کے "ہاتھ انہی" کے ایک فریضی ہوتے تھے جوں تھے جیسے کہ شعر کی وادی میں ہے جس۔

"سماں ہٹھ کیا ہت پھیا کی ہے جا پلانے۔" انہوں نے بے ہاز دیکھی ایک کری کے ہزار ہٹھ کرنے والے کہا۔ "اپنی تو ہوتے ہے اس دنیا میں۔"

اوہ صاحب پھیجے ہوئے سماں کو کری کے ہزار پر کھا کر رہا۔ "اوہ اس کھلی میں اب کے بھی ایک شیطان ہی کا باعث رہا اگرچہ شیطان نہ ہے۔"

پنج بھندی صاحب نے وادی میں پکڑ دیا۔ "اوہ استوارہ کیا ہمارا جا ہے۔" گرگرا تھی حوالہ "اوہ وہ انھوں کے سامنے باز و دل ایک کری پر پھیج کے۔" گرگیاں تو یہ پرانا ہے خود صرف انسان ہلا ہے۔ برلنر سل نے ایک جگہ کھا ہے کہ انسان تھے۔

اور میدان میں گھریلوں گھرلوں کے گھوں کے آس پاس بھرے ہوئے انسان ٹھوٹوں اور آگھوں میں گھستی ہوئی کیاں اڑا۔

رہے تھے اور پہلیں اور یہی تھیں اسی کی وجہ سے اس اون کے ان کھنڈوں کی سیاہی میں سرگردان تھیں جس کے آس پاس نئے نئے زمین پر لوٹ لوٹ کر اور کافی بچوں سے ملی خوشی اور کام مل کر رہے تھے۔ اسیں بخوبی اور اور بخوبیں کی سلسلہ چارہ سازی سے بھل دیتی تھیں۔ بخوبیں کے بچوں پر بیسے شباب کا ادا و اخراج کر بخوبی گایا تھا اور یہ بخوبیں کی بخوبیں میں زندگی نے بھک بھک کر جاتی تھی اور باقاعدہ۔

راوی صاحب جنوب نے بجا ہوا اس کا ہدایا تھا کہ وہ تھے تیرنگہ رسل اپنا قلمی ہے تھا اس کی "ایڈی جو اٹھی" اس تھیں تھی۔ درستے لے کر رہا کہ رشیں بھی قلمی کی بھنی تصدیر یہ قلم کی گئی تھی۔ وہ سب اون کے بجا معمولی ہی جلدی کے ساتھ مل جاتی ہے جیسے کوئی بھول کیلیں وہ تھر اسکے کہہ دے۔"

پیغمبری صاحب کے تھے میں تھے فتحیل اسی احادیث کر رہے تھے "عصر کا مطابق ہے یہاں ہے۔ وہ یہی میں یہ عرض کر رہا تھا کہ رسل نے خواہم کی ایجتہاد کا نام اسی اگر بھائیوں کا ہے اور ان کی بھکریاں چال کی مادت کوئی بھی سلسلہ سے نہیں کیا ہے وہ آئیں وہ اسی وقت تو وہ اپنے گزینوں کو کچھ کروڑ ہر فر گی سلطمنت ہے۔ بھنی یہ بھنی کوئی طریقہ ہے راوی صاحب کہ اتر پر صحت نہیں اور حصار گزیوں کوئی بھک کے سلطانی محروم بھوڑے ٹھے سنجائے بھاگ لٹھ۔ بھنی یہ بھنی کوئی بات ہوں اور یہ ساختے چڑے ہیں پاکستان کے پیلے ایک غوری کہ سوالیں نہیں بن کر۔"

اور میں جو پتے تھے کہ راوی صاحب اور پیغمبری صاحب بھنی کو پڑھا گئی تھی یہاں نے یہ بھنی کو قلمی کے پاکستان میں کسی اونی کی کھلائی میں تھی۔ انہیں خام کے نامیں اچھی نے اس بھنی میں کیے دھکل دیا جہاں نہ کوئی رسل ہے دکر رشیں نہ کہ ہر طرف کسان ہیں جن کے پاس مل گئی خود رہی۔ جن کے پاس کمالیں بھی تھیں جیسی اور جو اسیکی اور جان اور عین ایسا ہے جس میں قدم رکھتے ہیں اور سلیکے کو سب قلمی اور قوزی کی کھلکھلی بیان سب اور جیسے کے تیر بھجوں اور اونچوں کے نکارے نکارے بیان نہیں کیے گئے جس میں ہے جس میں ہے جو اسی کی وجہ سے دھمل بھاڑاتے ہیں تو جنم کی کھنیں گرتے ہیں جس اور ہونتوں کی پڑیوں کے کارے کارے ہیں اور جو اسی کھنیں میں جیسے آئے میں بھیں بھیں تھیں۔

ہم سب پر تھکف بخوبیں کوئی کھل جنپر خدمت سے بھجوہ کر جیاں آئے تھے کہ کب کے لئے تھکف اُنھیں ہارے ہو رہے کے جائیں۔ اور ہم اپنے تھے تو پلے ہوئے کوئی کچھ سہارا دے سکیں۔ اور بیان نالی کے بخوبیں اور کار کے ذیغاں سے اسے کام کا کام اور حیات بعد الممات تک پر بخوبیں چاری تھیں۔ اور میدان پر پھانے جانے ساتھے میں جیسے کوئی پاکارہ تھا۔ ہم دلاسوں کے بھکاری اور

تسلیم کے لئے اگرچہ نہار سے آنسو بخوبی میں بھاؤم سے ٹانی کردا۔  
”بھا۔“ میں نے پولی طرف سے گزرتے ہوئے ایک چاند گیر کو بھاول۔  
وہ دلکش کر رکھے ہیں! آگوں سے گھونٹنے والا درد ہر دلیں سے بولا  
”میں نے اپنا نام بخواہ یا بھئی؟“  
”ہاتھ سخ۔“ میں نے زندگی سے کہا۔  
”وہ گھبرا یا ہوا سب سے ترب آ گیا۔  
”کہاں سے آئے جاؤ؟“ میں نے پوچھا۔

”تی میں نے یہ سب کو بخواہ یا ہے۔“ وہ کچھا یہے ادا کے بولا چھے میں اس کا دلت خالی کرنے کا مرکب ہو رہا ہوں۔  
”تم خیز جاہر ہے ہے اس لیے میں نے کہا تھا یہ یہرے اتنی کوئی نہ ملت ہو۔“ میں واصل اپنے اکن کے لیے ایک صدمہ  
تھا کہ رہا تھا۔

اس پیچے پورے رنگ دلکشی کی تحریر کیجیہ بھسا اسی سیسے مر جائے ہوئے کتاب کو گھاپ لیکر رنگ میں ادا رہا جائے۔ بولا ”سماں اخراج یاد  
ہے تی کوئی واکرzel جاتا تو وہ اے لیتا گا زی میں پوسارہ بیساں شایہ پالی قیلیا ہے اس نے۔“  
”کیوں صاحب؟“ میں نے ”کریشنخوں“ کو ٹھاٹب کیا۔ آپ لوگوں میں واکرہے کوئی؟“ سب نے پاٹ پاٹ کر ایک  
وہ سر کی طرف دیکھا۔ وہ پیر بھائی کو لاکر گھونٹنے لگے۔  
”اس کا پیچہ چاہئے۔“ میں نے راؤ صاحب کا قتل سے ان کی اس اڑان جنیت کا اندازہ لگا کر کیا۔  
”کچھ یہ پیچہ چاہوں گے۔“ وہ کہا کہوں کے گوشے میں خوشن کر کے آپ ایک ہی پیچے کا اکریں کر کا اپ گئے۔ بیہاں  
تو مخصوصاً اگرے سے کام ہے گا صاحب۔“  
چھ بھدی صاحب کری کے ایک ہارو پر کچھی ٹھکرائے گے۔ بیہاں تو ایک ہار سوچا۔ رکیا ہزارہ کو جا رہا تھا۔ چھ بھدی صاحب۔  
آپ کہوں ان کے فرم میں تکھے چاہئے تھیں ایک نیاں تھیم۔ ہتھے دیچھے چاہوں کی گھریں آپ کے پہر وہی تو میں قلعی کوئی اعزاز  
نہیں دیکھا۔ کیوں بھی ہمگا کسی کو اعزاز؟  
راؤ صاحب کا پیٹ اچھلا اور سکھلہ ہاتے سے ایک قبھراہ مکی کھلی کی طرح ایک ڈال۔ انہوں نے چھ بھدی صاحب کے ہاتھ پر

زور سے آتھوں کیلئے چپ چاپ کھوئے جو نہ بنا کر سے کہا۔ پس قدر ہو جاتی ابھی بخوبی تھی کوئی داکڑ کہاں ہوئم۔“  
ٹھکل سے بچے میں ہوا۔ ”ہاں وہ سلوکن گوئے میں۔

وہ میں دیا اور میں نے صوس کیا ہے میں نے ایک پانچ کوکل کرو رہا ہے۔ اچاکٹ شامانے میں ایک بزرگ والی ہوئے۔  
نہایت جاری حجم کے انسان مسلم ہو رہے تھے۔ بھروس کے درمیان ایک ٹھنڈی ہیں بھنی ہوئی ہے جوہرے کی لگ کے نہایت انتظام  
سے تراویح کی ہے۔ ”وہ سب لوگوں کو فلسفہ فرماں پڑھ کر تے پڑھتا ہے اور جب چونچ دی صاحب کے قریب پہنچنے کو ہے۔ آپ  
بخار پیکن کی فہرست بناتے ہیں۔ ”اور یہی چونچ دی صاحب کی کری کے بازو اچاکٹ صاحب ہو گے۔ انہوں نے کچھ کہنا پڑا اگر بزرگ  
لے رہا صاحب سے بات شروع کر کی جائی۔ ”آپ حادثہ توں کی فہرست بناتے ہیں۔“

”مگر میرا ہذا نہیں تھا نے کہا کون؟“ ”سماں کوئی نہیں پہچک کر رہا تھا۔“ ”پانچ ہی کسی خاتون کے پہر ہوئی ہا ہے۔“

”آپ ٹھکل پے خدا انسان مسلم ہوتے ہیں۔“ ”بزرگ آگے جو ہاتے ہوں وہاں ایک دھرمے کو ہوں وہ کچھ لے گئے ہے۔“  
ایک دھرمے کوٹھن کی کہدی ہے۔ اور اگر کچھ دے جائے تو کوئی نہیں چاہئے اسی سمجھو رہا ہے۔

بزرگ پیرے پاس آچکے ہیں۔ آپ۔ آپ یاں کچھ کہنا پڑھنے سے ان کے عزم ہوں کے پارے میں پہنچے کر۔“  
کہاں تھے کہاں رہ گئے اور ان کو کہا تھے سے مدد پہنچانی چاہکی ہے۔“

اور میں فرماں کی تھیم کا تذکرہ پہنچ کے جانے کا پک کے پٹھمن سے کاغذوں کا ایک پانچہ لے کر انہی کھنڈوں میں صوس  
کیا۔ فلز کے جذبات نے میری رہا۔ خودت سے زیادہ تیز کر دی جائی۔ ایک ایسا ارض پیرے پہر دھواقات۔ جس سے ہزاروں انسان  
ہے آجولی اور سوت کے پڑھل سے جاہا پاکے ہیں۔ میں جو دھنچا کیا کر کیں ایک سرے پر پہنچ کر فراز و رواب کہا جاؤں گا۔

ایک چمگ پر رک کر میں نے ایک پانچ گیارہ کا بینی طرف ہا۔ ایک گھری کا سہارا لیے اپنے ہوتوں کو ہاتھ سے ہمارا ہاتھ۔  
میں نے اس کے عزموں کے پارے میں ہو چکا تو اچاکٹ وہ پنج کی طرح دلتے ہا۔ ”وہ سب مر پچھے جسیں میلانی۔“ وہ خدا کرنے  
کی کوشش میں تمہ کا سارا بھاٹ پنچھرے پر لایا۔ ”وہ کرتے پر لکھا۔“ کہہ ہے جس اپ۔ ”وہ اسی پر چھکے پیرے پیٹھ کی اخنوں کا  
ہا۔ پہنچا کیا تھا۔ ”ہر دو دوسرے کے ہاتھ کو اخنوں میں دھا کر جک کیا اور پہنچنے کیا۔

میں نے بندھا آواز میں کہا۔ ”اوے بھی کسی کا کوئی عز جو پیچھے رہ کیا تو ہم گئے جاؤ کہ انہیں دو پہنچانی چاہکے۔“ اور اچاکٹ  
چلا تے ملا تے لوگوں کے ایک جم پیغیر لے گئے دھوکا میں بکھڑا لیا۔ ”میری ماں۔“ میرا یہی میری میل۔ ”میری میں۔“ میرا اپ۔ ”ایک

مسلسل بھجھتے تھی جو جرہ بڑھتی۔ اور میں خل قلعے فرش پر جوان بیٹھا تھا۔

"بیری ماں۔" حکم میں سے کوئی لڑکا بھروسی ہوئی کوئی کی طرح پا رہا۔ "وہ بھی کے کھینچ میں تھی۔"

رضا کاروں نے نیز بھل قلعے پر اگر بیوں کو ایک لیک کر کے پرے پاس آئے پر رضا مند کیا۔ اور اب بیری خل صلوں پر سٹپے کرنے لگی۔

"بیری بھن۔ شادیوں نے بھروسے کپڑے پہنے دینے تو مارے جائے کہ اس نے دعا ر سے سر بخدا لایا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ وہ بیری بھن تھی جو اس میں اور بے ہوشی میں بھی اپنا جسم و احشائے کے لیے یوں ہاتھ بانی تھی جیسے چادر اور اورڈری ہے۔ وہ زندہ تھی بیری بھن زندہ تھی۔"

"بیرا بھانی۔ جلد ہو تو اس نے بھتی کاڑی سے پھاٹک لگا دی اور سکلن والوں کی کوئی خوبی میں سر کے شل جا کر اس کے بعد کاڑی آئے لکل آلی کمرہ وہ بھی دیکھ گیا ہوا۔ اس کوئی خوبی میں کوئی جانے والی جانے گا۔ وہ خود مل جائے گا۔ بیرا اول کہتا ہے بیرا ایمان کہتا ہے۔"

"بہبہم میں بیجا بھاگے اور ہے تھوڑا اصر سے شادیوں نے حاری بغلی پر بارہ بدل دیا اور بھن کی کے کھینچ میں بھاگے آئے۔ بہبہم کی کھینچ میں گئے ہیں تو ایک در سے کھو چیلے۔ شادیوں کے اور کے اور کے اور کے میں چلاک نہیں مل کا تھا بھوپلی اشام کو میں ریک کریڈر پر آیا تو فونک وادے بھٹکا کر بیساں لے آئے۔ ان کے تیچھے شادی تھے درست وہ بیری میں کوئی خود رکھوڑتے۔ اور باہمی تھے مداری کی حرم بیری میں بھی کے کھینچ میں قیمتی کوئی نہ مانتے تو جا کر دیکھ لے تو آن شریف لا یعنی میں اسے سر کر کر کہوں گا، بھن کی کے کھینچ میں ہے بیری میں بھن کی کے کھینچ میں ہے۔"

"وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔" وہ جانا چاہتی تھی اور وہا سے باول اور باہوں سے کچھے لیے جا رہے تھے بیری کی طرف اور بھتی کاڑی میں آتی تھی۔ وہ بھر کے اس پا کے کسی گاؤں میں ہو گئی۔ تھوہنی تو بیری ناک کاٹ لیجئے گا۔"

"بیرا بھن دو دو دو دو دو دو دو پر، بھاٹا کر فردیوں نے اسے بیری گوئے تھے کہ سونے کر کماں کی کھبٹ پر یوں گیئد کی طرح اچھا دیا جائیں۔" رانیں ہو گئیں اس میں بچاں پر تو خدا کا تھوہہ ہے۔ وہ زندہ ہو گا اسی کھبٹ پر چڑھا گئیں اس سے ہاگا۔ بیرا بھن بھر اخوات سے لالا۔"

اور جب سوچنے مغربی الیٰ اُن سے پہنچیں ہوں گے وہنہ میں ریک کیا تو میں اخدا۔ پہلے یہ کا خذات پہنچا اُس۔ "میں نے اکاوم سے کپا۔ اور سکلن کو ہائی اسٹھن میں لہذا ہاگا کر پھل جیسے بیری الگیوں کا ایک حصہ

بن بھلی جی۔ اس کو پہنچنے سے ایک بھرپوری اگلی ساریں پہنچے کر جائے سکتے تھے مانندی کی طرف پا۔ نبیر مریٰ چاہرے اور اسکی بھلی  
بھنسیں سکھل کی کوٹھریوں میں نہ کچھے ہوئے بھالی بھنی کے کھوؤں میں سکھل کی بھلی ماں میں پھر جوں اور کاغذوں میں کھنڈی جانے والی بھاندیاں  
اور وہ ان پھوٹوں پر لگھنے پڑنے ہوئے پہنچے اخلاق اور قدر تھا جس سے سامنے نہ پہنچنے کے اچھے لگے اور میں جو خدا چاہا کیا۔ ایک ایک رجھنی  
خواہ دہر لئے کے ساتھوں بھکروں صومب زندگیاں بھنی جا رہی تھیں۔ یعنی کوئی بھلی ماں جاگیں اور بال لو جنی بھلی بھنسیں بھکانی طرف ہا  
ری تھیں اور میں بھاگتا جا رہا تھا اور جب کچپ پر پہنچنے کا بھکا ہوتا پھاگا تو میں جزرگ کے نیچے میں جس قدمتاد اور میں والی ہوں۔

"بھی ان کے لئے جوں کے"

"کوئی بھرپوری؟" جزرگ کی بخش کبریٰ ہو گئی۔

"میں بھی۔ میں پاگوں کی طرح چاہا۔" پہنچے بھرپوری بات سے۔ آپ کو پہنچے بھرپوری بات سننا ہو گی۔ "نبیری آگھوں میں جسے  
جو آں سوچ رہے ہے۔"

"تمہوزی دھرپوری۔" جزرگ نے جمیں جو کبریٰ طرف دیکھا اور پھر اوسا صاحب کی طرف توجہ ہوئے۔

"یہاں کوئی بھرپوری نہیں۔" اوسا صاحب بولے۔

"یہاں کوئی بھرپوری نہیں۔" بھجہدی نے اپنی کارگز ارکی کی رو روانہ ہٹلی کی۔ اور میں چلایں۔ اور وہاں جزرگوں پہنچے سکھل کی بھلی  
بھوٹوں پر چڑے بھن۔ بھی سور سکھوں جو موڑوں کی کوئی کھنیں بھر جاؤتے ہاں ہے ہی۔ اور بھنی کے کھوؤں میں دھمڑتی بھلی بودھیاں  
کراہ رہی ہیں۔ اور بھنی بھن کے بھالی مر چکے ہیں۔ اور جیساں بھن کے خواہ بھاگ آئے ہیں۔ ہذا ہماری صست کو بالوں اور  
باہلوں سے پکڑ کر کھینچا جا رہا ہے۔ ہذا ہماری آبروں نگل جوڑنگل چڑی تو پہ رہی ہے۔ اور دیوبے ان کی رو روانہ مولانا بھنی ایک بہت  
جسے کافوئے کا انعام کہتے۔ فتح بھیجنے پا یعنی رضا کار بھیجنے۔ بھنی اسی وقت نہ رہا۔ اسے الگوں بھالی اٹ جائیں گے اور  
ہماری کوئی اٹاٹکر ہادی جائے گا۔ مولانا مولانا اور میں نے کافوئے کا پکڑوں جوڑگ کے بھوؤں میں بھوؤں دیا۔ اسکے باہم سے آنکھیں  
بچکنے لگا۔

"اوچہ جو دلی صاحب ہے ایسا بڑا سل تے انسان کی جذباتیت کا تحریر کرتے ہوئے ایک بھگا۔"

میں نے گرج کر کیا۔ "مولا جاٹھے کے بھائے اس وقت میں کافوئے کی خروجت ہے اور اس انعام فرمائیے آپ کا سماق رہے

"۔"

”میں اونچ رہا ہوں۔“ بڑاگ کے ہندوں کے ایک گوشے میں ایک ہنلاک سی مکرہت پانی کے نیلے کی طرح اپر کر دست گئی۔ ”میں اونچ رہا ہوں کس آپ سے میرا مطلب بھیں کہے۔ یہ پندرہ بیٹے پاس رکھئے۔“

”مگر آپ بھی نے تو کہا تھا کہ“ سبھی آوازیں لڑیاں تھیں اور اجتنب اتنا!

”میں ہاں۔“ سوہا زبانی سے ہنلان سے بول رہے تھے۔

”بیوں نہ کیا جاتا تو یہ آپ کو ہر روز تھک کرتے رہے۔ یہ سب بکھرے چاروں کی قتلی کے لیے ہو رہا ہے۔ وہ آپ جانتے ہیں ان حالات میں کون جا سکتا ہے وہاں خیر اپ آپ کل جیہے لوگوں کو منزدہوں کے بارے میں پوچھئے گا۔ قتل ہوں رہے گی بے چاروں کی۔“



# جب بادل امڑے

جب اس نے سامنے پیارا ہی پر بکھرے اور نہ کہا تو اس کے غاصبی مگر وہ اسے اپنی سے مسلم ہے۔ اس سے بھی۔ دوسری پیارا کی سب سے بندوقی میں جوست سترن سوئن کی طرف دیکھ کر وہ مکرا ہے۔ وہ قاتل کا نام جوں پر بول رکھے گے ظاہل پر سے اجتنے اجتنے ڈالے رکھنے کی طرف آرہے تھے اور جوں کے بھروسے بھروسے بھادر رکھنے کے لئے دنگی میں بکھلی، باراتے ایک بیچ سماں بھائیں آیا۔ کافی ان بیانوں میں بیڑا جیاں جنکی اولادوں پر کر ایک جنگی چھٹی پر جا لیا۔ اور جوں کے پورے سر کا کرشمہ پیچاں کی جی سینہاں بھائیں ۲۳ لاپاں بخت اور ۲۴ لاپاں۔ ”میں وہی جوں دو خدا جس کے بیکوں میں کرپاں گھونپ کرم دل میں بھیک آئے تھے۔ وہی آج اس دو خدا جنکی بندی پر سے چھپیں گے اور یہ چھپا ہے کہ جان تو اسکے آپ کے۔“

مکرا کرس لے بھاری بھر کم بزرگ کا نام ہے ہے ہے اس کا کر پیچہ پر رکھا یا اور کیز جوں میں لپٹنے ہوئے رقص کھوکھوا ٹھنے سوئن پیاروں میں اٹھک کیا اور جوں کا ایک خال خدا میں سے اُن کرس کے پر ایک ستانی ہوئی اُس بنا تا پہا اس کیا اور بھرا در سے ایک وہ قاتل کیا۔ کہاں سے آئے ہوئی۔“

”اندوستان سے۔“ اس نے بزرگ بھر سے کامنے پر دکھلا۔

”پاجائے اور صوت سے مجاہدین لگتے ہو۔“ وہ قاتل بھلوں کی دمیں ایک ہاتھ میں قائم کر دیا۔

”مجاہدین ہوں۔“ اس نے فری سے کہا ہے اس کے سر پر شم کی پگڑی اور سرچ سکنی ہے اور چھوڑنے کے بعد جوں سے اپنے جانے کا اور کہے کا۔“ تیرے جو رگ امیرے بھائی امیرے ہوست اُسیں دھنس لے دیتا ہے۔ کہاں کہاں دھم دھم چوارے؟ ڈمیں ان پر اپنے ہوت رکھوں اور ان میں باہم اسرا در چھیں لوں۔ یعنے اکابر قاتم کے برسوں سے لگتے ہیں انکا رقہ۔“ اور وہ قاتل کی ٹپٹا گئے جو حادثہ ہے؟“

”اُو جھاں پر بزرگ اسماں کاں؟“

”اور بھل؟“ اس نے شرمسار ہو کر بچا۔

”پاپنے گھر کا درت جانتے ہیں۔“ وہ سڑک پر چین کراپنے کا خرچے پر کھٹے ہوئے ہوا۔ ”چین کا دنہ دے لے جیسا یہ ہوتاں سے نہیں آتے۔“ وہاں زور سے فٹے ہو کر رہا تھا انہوں نہیں تھے یا انہاں یا صرف مکان؟“

”زین۔“

”وہاں کیا کچھ چھوڑا ہے تو؟“

”زین انہوں کا انہوں کی جوان میںیں اور وہ صدم پیسے تو۔“

”اس کی آوار چیز گئی۔“ ”بھی؟“

”میں بھی تو ہی اسال پہلے ہیں میں تھی۔“

”تو پھر اور کیا؟“

”اوہ... اور وہ چیز کا سکرانٹا۔“

دہن انہ کے ساتھ چھوڑ رہا اور چھوڑنے سے تباہ کر رہا۔ ”حاف کر ہی بچھئے میں تھا اب یہ وہ مال نظر نہیں آتا۔ اس نے حسیں پیدا کیا تھا۔ ابھا تو تم یہ سب کچھ لانا کر پا کر ان پہنچے ہو۔“

اس کے بیوں سے مکاہت بھاپ کی طرح اونگی۔ ”سب کچھ لانا کر۔“ اس نے اپنے سڑکی طرف رکھا۔

”سو اپنگا چا؟“ رہا تھا نے بچا۔

اور وہ اُر سے نی کر۔ ”میں نہیں ان سب کے بدلتیں گے ایک دن ٹاؤن پر زندگی لیں۔ یا گاؤں اور پیاں ایں اور یہ بچ پاپ شام اور تم جیسے ساتھی۔ ان کی سمجھیں ان کی سعدیاں ان کے پواراں کے چاک۔ میں نہیں۔ میں تو جیسا آپ کہا ہوں کہاں کہیں اچانکے کا خوف ہی نہیں۔“

دہن خاں میں چاٹا، ہاں وہ ملکیں کے درمیان اپنی بندگی ہوئی اہل زندگی پر سمجھی اور سکریں سے بخت بھی کئی۔ کافی رہ کے بعد رہا تھا سڑک کا خرچے پر کھکر رہا۔ ”بچہ پک کا ہے تم تو ہوں کی سمجھی ختنے میں۔ تم بھاگ جائیں تو کھٹے ہوں کی

لاشیں اٹھائے گھر تے ہوئے ہوں میں۔۔۔“ اس نے ایک بھی سماں لی اور بچہ بچا

”پہلے کیلیں چاہیا ہے؟“

”زندگی میں جانتی گزی ہے بھلکا“ تھا اسے سیدنا۔

اور رہائش نے بھر سے ایک زندگی کا تجھبڑا۔ اس لئے بھا جا ہے کہ بھاں بختی بجا جوں آئے تھے ان کی کچھ مجبزی  
حالت ہے۔ عدالت کے ایک انتارکٹیک جس کھڈاں تھیں اور ایک سیر پولی کوہنے کے کی رکان اور ایک مرغی بیچنے والے ایک دلبے  
تھے جو اکو پھرہ بچکے زمینی تھے ایک پیارا ہی احلاں ہے۔ اور میں کہاں ہوں اگر وہ مل پڑتا نے کی خواست تو وہ مل جیسی چال  
اسے جلا دے گا۔

دہلوں کے لئے ڈھراک سے ان کے پھر دن سے اٹل چڑے اور کوں کا ایک ڈھامگی کے میڈ پر اکھا ہو کر ان کی حراثت پری کرنے۔

"تمہارے ہس کے گاؤں کی کوئی اسی چیز کی مشکوری نہ ہے" وہ بھائی نے پوچھا۔

"وکیل کا بس مرد جو اورنے کے گیت۔ وہ کتوں سے بیچ کے لیے رہنے کے پہلو میں آ کردا۔

"کوہاڑے ہاں کے گاؤں کی بھی وہی چیزیں مشہور ہیں۔ گالباں اور کٹے!"

۵۵ پھر درا در سے بٹنے لگا۔ ”اوریاں“ دو اچانک سنبھال ہو گئے۔ اُنکے اور جیونگی ”کالاں“ کے اور جا گیرے ہو۔

"جاگیر بارہ دارے ہیں کے بھی مظہر ہیں۔" وہ تحریکیں اگلیں سمجھل کر قدم رکھتے ہوئے چلا۔ "ہمارے ہاں کے جاگیر بارہوں نے تو فرمائیں"

"میکھ تو جا گئے دارکی بھی بال بڑی جاتا ہے۔" وہ بولا۔ "جس تھوڑا اور نے کہا تھا۔"

”تو بھاٹھ پولو۔“ اس نے طلن کو چکار کر دک لیا اور جاں پر چڑھ دیا۔ برلن میں افسوس ہے کہا دے جائے گا۔

لے کر اپنے بیوی کا سارے مالیں

سچانگ نیکلائے میں اپنے بھائی کے ساتھ پہنچا۔

For more information about the U.S. Fish and Wildlife Service's efforts to protect the whooping crane, visit [www.fws.gov](http://www.fws.gov).

سے مگل لی۔ ”ہاں تباہت بھی ہوئی جا رہی ہے۔“ ”وہ لہلا“ اپنے پیدائشی ہر ہم تک کو کام میں دے دی اور مان کے ہر ہم سمجھنے اس سے ہوا، پھر اوس نے پھر اس کے گمراہ کھوئے تو سے کی اشیں پانے۔ میں نے صاحب خلیل کو کھاہے کہ اس زمین کا کامپلٹ کرتے وقت وہ سیرے علیؑ کا جاگیردار پاٹک رک گیا اور ہر گز کر بولا“ تم پوچھوں سے میں نے پڑا ربار کا ہے کہ جب میں بات کرتا ہوں تو حق میں رہنے والے کو اپنے جن کے قابل کے رہ کھت ہوں اور یہاں اکھر پرسہدی ہے مان کے“ ”وہ باہجت سے بولا“ صاحب اُمیں اس بحالی سے۔

”صاحب“ اُب کے جا گیردار کی گرفتاری میں طرفقاً ”صاحب کی ہاں کا۔“ صاحب جا چکا ہجاں سے آیا تھا اُب پر صاحب اُب بھاں بھک پڑا۔ اُب ہم پا کھانا میں رہیں۔ اپنا لکھ اپنا ران اپنا سک۔ یہاں اُب صاحب کی جگہ لکھ اور پچھلی اور دوسری اور سی اس کا حکم پڑتا ہے۔“

”معافی چاہتا ہوں۔“ ”وہ لہلا“ میں اس بحالی سے کہہ ہاتھ اُب اپنے قتل سنبھال کر گئی، اور نہ نکل جائی۔ ” ”تو کیا آنے سے پہلے تم ہی اس کے بیٹوں کی دلکشی بھال کرتے رہے۔“ ”جا گیردار علیؑ کی ہاں ہم تو کر سیدھا ہو جیتا۔“ ”بھی یہ بات تھے تھی پسند نہیں کر جو بھی جما جو رہیں آتا ہے تو پاکستان کو خال جان کا گمراہ کھاتے ہے اور حرم چاہاتے ہے۔“ گز بھر کی زبان ہوئی ہے سب کی اور حالت یہ ہے کہ اٹھا اور سول کا ہام سکھ ٹھیک آتا۔“ ”نمیں دوبارہ معافی چاہتا ہوں خصوص۔“ اس نے مری سری آواز میں کہا۔ ”اُب حصہ لدھاڑا صاحب نے پر چڑھا کر اُب کو دکھا دیں اور اُب نکھلے بھری دینی دکھل دیں۔“

”تی ہاں اُب کا قلام ہی تو ہوں کسی وقت زمین جا کے دکھا دیں گا تھیں۔ اونہی پر چلا اُک“ ایک فردی پتھر نے ہر ق جانی اور استوپی اجنسیں اس گاؤں میں کذیں اس طبقیں پڑھے ہنگے۔ اور جب انہوں نے ہر ہام سمجھ دیا تو اس کے اخلاقاً پڑھتے تو جا گیردار پڑھتا اک راندھا کر گیا اور ہم اُنھوں نے بھرپتی اور حکم جیل گئی۔ ”اُب حصہ لدھاڑا کا اُب بھی آٹھوچھی میں ہر ہام تکی زمین سے بالٹ بھر جگی کی کوئی دس اور آٹھ کیسیں۔“ اپنے پری میں آکر اُنیں زمین ادا کر ہر ہام تک کے ہوالے کر دی۔ ہر ہام تک دل کو ہوا گیا۔ اُب اس کے بعد اگر کار پڑھ میں منتظر ہوں میں ہاتھ پرے تو اس کی مانگ کا کون؟“

”ہاتھ پرے کا خصوص“ اس نے نہایت شفیع سے کہا۔ ”یہ ہماری اپنی مرکار کا حکم ہے۔“

”ابنی سرکار اپنی سرکارا“ جا گیرا زندگی پر زندگی سے پاؤں لٹھ رہا تھا۔ اب نی سرکار اخلاقے پھرتا ہے۔ سرکار تمہاری ہے تو  
تمہاری بھی تو ہے۔ اور سرکار کا کہا ہے مختصر حیات کے نہ لے میں ہم نے بھیوں کے دھیوں کے دھیوں جھٹے پھاؤتے تو سرکار نے اسکی ایک  
مرنی زمین دے دی۔ اب یہ کاروائی ہے تو مردی ای طرح ہمارے پاس رہا اور اسی اپنے گروں میں پرانے بھڑکوں پر سے گرد  
ہمازت رہ گئے۔ اور کھانا کا اپنی اسیں مل گیا۔ سرکار جب بھی ہماری تھی اب بھی ہماری ہے۔ اخلاقے پھرتا ہے سرکار کو۔ جاذبیں  
لے لگی یہ زمین۔ اس نے مردی بھولی پہنچی اس کے دھر پر دے دی۔ اور پھر خدا جانے قمِ مردی تو باحال ہے اور یہاں زندگی د  
بن کر آٹھے ہو ہاں کے۔

”لیکھو جا گیر دردی۔ تو ادھر کھرا جا۔ اگر آپ نے کامی دی تو میں بھی کامی دوں گا۔ ہم طے بنتے ہیں اب اگر پاہی تو ہاں  
ہوں بھی سکتے ہیں۔۔۔ ہاں۔“

اور جا گیر دردی کے بعد جیسے کوئی آٹھیں مادہ بھٹ پڑا۔ کامیوں کا ایک طوراً لگتا تھا وہ آگے جو حادثہ کا انتہا کر لیے گئی میں تھا  
وہ۔ وہ چیز ہے جس کو سمجھ لئے ہوئے ہوں کوئے بیوال ہے سے اڑاکہ کو سمجھت کر پھر یہ بیال لیا۔ اور جب اور جا گیر دردی کو  
لٹکے کے لیے کام کو دیا۔ ”جسے حملہ دیتا کہ پاکستان بھی اپنے اندھا آپ ہی سے پھر دے پھر دے بیٹھا ہے۔ اور جا گیر دردی اگر  
پاکستان کو زندگی دیتا تو اسے پیہم دے کات کر لیکھتا پڑیں گے۔“

جا گیر دردی شدت سے ہاؤں بھجن اور ان کے بھی اعضا کی گرفتاری کرنے کا اور وہ ایک گلی میں جو گلہ اونگ جسے جنم قوم  
الہائیت ہے بیوال کی طرف چاہے تھے اور جا گیر دردی کے غضب تاک ہونے کی وجہ کے حملہ خیال آرائی کر رہے تھے۔ جس  
حملہ بنا تھا جیسے ان کی بھتی کے خواں کی نے اعلان جنگ کر دیا ہے اور ان کا سردار اُنہیں پاکستانی ہے اور وہ اسی سبھی لہذا کی دی  
ہوئی ہے جو اُنھیں میں مانے جو حدا پھلا کیا۔ کچھ اس کے پیچے بھٹکتے ہوئے آتے اور جنگ کر رہے ہیں اگر کہاں پڑے جائے۔ پیچے  
اس کے ہاجاے اور اُنہیں پھل کی جگہ پاکستان کے ساتھ ساتھ پیچے اور لوٹ جائے۔ اور پھر اپاٹکے پیچے سے کوئی بھاگا کر جاؤ آیا۔ اس  
اس کی پیچے سے لٹرا پچ لیا۔ اب وہ تن کر پڑا۔ جیسے پیٹھے والی بندیوں پتک کو چور کر کے کھوئے گا۔ پیچے ہوت کہاں توں میں  
دیا تھا۔ اکثری بھلی اُنہیوں سے اس پر جھٹا اور اس کے ہار کو بھکر لیا۔ اگر بھاٹکے اس کے ہاتھا ملے چکے گے۔ اے مرگی! سانی دی  
”کوئی بھی نہیں فخر ایسیں نہیں رہتا۔۔۔“ پیچے سے خوف تھا کہ چوچے جا گیر دردی کے تھمے میں خیلیں کر جائیں گے۔ میں  
نے قفل اٹھ کر جا گیر دردی کا شور سن تو اُنگی میں بھاگا۔ پھر اخبارے لے اور اب بیان طلب ہوئم جا گیر دردی کے عروجوں کے ملے

میں۔ ان لوگوں کو پہلی بار آجیں لوچی کر رہا ہے۔ قرآن قدم ادا کرنا اب تم میرے پاس رہا گے۔ وہ کسی نے جسمی آنکھاں کر لیں گے، کچھ تو اس کی باہ۔

وہ بیان کے ساتھ اپنی پچھی جوتی بھتی بھیں میں پکا چلا گیا اور جب اس کے گھر میں پہنچا تو آنکی آن میں اس کی ساری بھروسی بھی اور کہاں کے لیے اس کے اندگا بھی بھیگی۔ اُسی بیجنز بڑا ان کے بھی احتفا کی گئی اسی نئی بیجانگی پر درباری اگھی اور دہقان نے اسے کھانا کھلا کر نہایت محبت سے نوازا کے پنگ پر سوارا۔

جب وہ بیکاری کا اپنے اگر میں خیری دھوپ بکل ری تھی اور ایک کرنے میں رہا ان کی جوی دھوپ بکل ری تھی۔ ”بھائی کہاں ہے؟“ اس نے سمجھ کیل اپنے بھائی کے پاس بڑا بڑا چڑھا کر بیکاری کا اپنے اگر میں خیری دھوپ بکل ری تھی۔

”وہ نے کوڑا چلا پھوڑ کر بولی۔ آپ کے لیے یہاں خانے کیا ہے جو گلی کے ہاں کھاتے ہے آنا آپ اور دل کر جو ہم عکس کمپیوٹر میں مل جوئیں گے۔“

وَكُلُّ مُؤْمِنٍ يَعْلَمُ مَا كَانَ فِي أَهْلَهُ وَمَا  
كَانَ بِهِ مُشَفِّرٌ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ سَبِيلٍ

"بِاَنْكُونْ جَاَتَيْ بَيْنْ "وَبَيْتَنْ تَوْنَجْ بَلْ "سَكْهُولْ سَقْرَمْ كَرْ آيَاهُولْ اَبْ اَپْ مُسْلِمَانْ بَاجِيلْ سَكْهُونْجْ اَيْ اَهْزَارْ اَنْ كَأْ اَنْ اَرْدَهْ كَسْكَسْ بَيْنْ اَنْ جَهْدَهْ لَوْلَوْ زَمْهَرْ رَجَاهْ بَاتَاهْ بَاهْلَوْ "۔

”میں بھی۔“ وہی آپ سے پلرے۔ جاگیر دار کے بھت سے حوارے ملائے ہوئے اس آئے تھے۔ کہ گئے ہی کہ جاگیر دار نے آپ کو اپنے چالانے سے روکا تو ان کے رہنے والے اعلیٰ کے اور جاگیر دار کی توجہ میں۔

”پہ کیسے ایسا کہا ہے؟“ اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

ادھر سے شیر آ لگا۔ خلیل کا نئے میں رکھ کر، اس کی طرف آ پا رہا۔  
”میں نے جو دنکان سے لوہے کے کوکے پوچھے تھے تھے مگر انہی سے نہیں ملے۔ ارادہ فرم کر جمارے خلیل کی تھی پہ کوئے کام کرنے۔  
اکل اڑپی بندھا جو درجہ میں پہنچتا تو با اگر باری آئیں سبھی پڑھ دیا جاتا تھا۔“

”ہے کمال ہے؟“ اس نے تمہرے سے چاہا۔  
”ہاں تو تمہاری طلی ہے۔ اس نے پنک پر بیٹھنے جنے کیا۔“ اور چاگیرہ کے حوالوں نے کہا ہے کہ اگر  
”میگر میں تھا بیکل سے۔“ ”وہاں تو۔“

”اکی بی ہے؟“

”لیاں گا۔“

”اسی پی افواہ کر کھید میں مل کی بسم اٹھا کریں۔“

”انگی چڑھے ہیں۔“

”خوف کی کوئی بات نہیں۔“

”جس تم جو سیر سے ساختے ہو۔“

”پڑھنے سے میں نے تمہارے لیے ظال مانگے جس دلوں کے لیے وہ بیٹا آؤں۔“

”لے آؤ۔“

”خود گئے۔“

”لیاں گا۔“

ادھر سیڑھے لائے کر کونے سے حدا خایا تازہ پالی دلانا چھوٹو کوچھا ازیز پوچھ کر تباہ کو صدای اور پھر تباہ کو سلاکا کر کر حدا کے پاس کر کر گھن سے مل کیا۔

ادھر سیڑھے لائے کر کھجوت دے رہا تم سکو کے کھوٹوں کی بھاٹے صرف شیرے کی بھت اور شفتت اور رفتادے دیتی اسے بھی وہ اس کا سمنون ہوتا۔ پرانے کی طرح پچھلی اور بھجن کی طرح زمہنی اسی جس کا غیر بھاروں اور ستاروں کے رنگ اور کارکرہ بھی وہ بھک سے لے کر دیا گیہ بھک کی قاتم برداویاں ہے آئندیاں اور بے دست دپایاں جو اس کے دماغ میں گریں گھوٹوں کی طرح ایک ابھی لکھ کے ساتھ نہایاں جھیں مٹتے گھس۔ جا گیرہ رکی کاف آ لوگا یوں نے ایک جو ٹولی کی جو کی صورت اختیار کر لی جس سے سدا زہر پاہوں کو گھین کر کھیلا کر ایک ٹھوٹ لگڑوائی لی اور ایک ٹھوٹ سالس کے درمیاں اس نے اپنی روح جو ہجوم میں سے سدا زہر کاٹا کر بہر پھیک دیا۔ پکا پھکا کر کرہے تھے پر جو ٹھاکرہ تھا کوئی پکا تھا۔ سکرا کرہے تھے کے پاس کیا اوس پر یوں ہاتھ بھیجا چھوٹا ٹھاکرہ کر پہنچا جانا گے۔ پکا تو رہاں کی جو ہی اسی کا گھاٹ پے کھڑی تھی۔ وہ بھی چھاکا گھن میں وہ ٹھاٹھیوں نے جن کے کھوڑن کے دھک سے بچے گھن لگی چڑھے گا۔

”کبھی جزوی ہے؟“ رہاں نے سکرا کر پوچھا

”لہو ان ہے۔“

”میں چاہتا ہوں تو راجا گیردار کو پہنچا کر تم اکٹھائیں ہو۔“

اس نے پکھ کرنا چاہا مگر لڑکت سے اس کی آواز لگتی گئی اور وہ جو آٹا کر بیلوں کی طرف بڑھا اور پھر کے ٹیکے سے دیقاں اپنی جزوی کالا ایسا طریقہ زندگی سے دکرانے اور گن میں پچان کا ایک گھوم ہو گیا۔ اعل کا دھون پر کے شرق و مغرب کے پیوں دیقاں تھل لیے گئیں آئے اور جب ہے پال کے قریب سے گزرے تو راجا گیردار کو اپنے حصہ اداری اپاٹ آمد ہر لمحہ کر رہا تھا۔ اس نے خون آؤدا گھومنے اُنھیں دیکھا اور پھر مرغون کو دیکھ کر تھے ہوئے سوپی کوہاں کی گاہی دے کر بیٹا۔ ابے چھری چاہا درجہ پا کر۔ چھری اٹھا کر ہیں کام پڑھنے لگا ہے نیچے قرآن مجید کر کے جام لے گا اس کا۔“

اور ایک ترچہ اپنے اسکل سر تا پہ ہے ابھل کر لیے گئی میں خون پھونگاک ادا نہ گا۔

ہر ہم تک کے کبھی تھل کی طرح صاف ہے۔ آن کی آن میں دھلوں لے کھتوں کو اس کاٹ پلاٹ کر رکھ دیا۔ تینیں کو سوچنے میں سوچنے میں خوبی سے ہو گھل ہو کر رہتے ہیں اُنہوں نے شرق کی طرف ریگنے لگئے لگان کی جی ہی کھا ہے لے کر آگئی۔ گندم اور باجرے کی دنیا ان کھتوں اور اسکی اپنی پارچیا

اور ہب وہ فاتحہ نہ ایمان سے کاؤں کو پلٹتے تو راستے میں اُنھیں پچھا کیا رہا۔ جب حصہ ادارے اسے پچھا پال پر بیٹا تھا۔ دھلوں نے پچھے پال کا رسم کیا اور پہنچے ہے بیلوں کو ہر سوچی پچھے پال کے سامنے روک کر اس نے اُنہیں حصہ ادارے کو مسلم کیا اور ایک رتھری انگوٹھی کا راجا گیردار پر ایک ٹھاں تھلاخ انداز ڈال کر دیا اور دھلوں تھل پا گھے گلی میں ہر لمحے کے اور حجت زندگی دیقاں دیکھ کر ان کے پارے میں سرگوشاں کرتے رہے اور جا گیرداری بھک گئی ہی میں اپنے باکوک ستارہ اس نے پیر میں آکر رہیں ہر ہم تک کے خالے اکری تھی۔ ”گریخ زمکھا جائے گا۔“ سوچھوں کی فوکس مردالے تھے اس کا اعاز بکار کر کر کھئے۔

اور اونہر ہر ہم تک کے کھتوں میں چھدوں کے بعد جو اسے اور ہمارے کارنا میں پہنچے جائے گا۔ ہر طرف تھل کی سچھیں لوگ بھجوں کر کر اس کو ان کھتوں سے بچا کر لے جائے اور کہتے۔ ”سماجوں کی نسل ہے ایک جنمکھ وہم پہنچے تھے۔“

کبھی بھی جا گیردار اس پیارہ دل پر تھوڑا کاٹا کر کھینچ آتا ہیں کے قدموں میں اس کے کھتوں سے تھیں ہر ہم تک کے کھتے سچھیں ہے تھے۔ وہ ریکھ اپنی ایک سوچھ کا سرخ انگوں میں دھانے سچھار جاتا اور پھر جو انگوں فاٹا کر کے زندگی سے نہ تھا وہاں پہنچے

ساتھیں کی قسمی تھنکاری طرف آ جا۔

ایک روز درست کانپے کھنوں میں آتا بہتی سمجھیں اور گامیں فصل کے لئے خوش پرہوت اور چیزیں۔ احتساب کو کروان پر ملے پڑا اور انکی بھائیوں کے درست پر لے لیا۔ جہاں تھے اپنے کھنوں کی بیٹوں پر سے گماں کاٹ رہا۔

"تمہارے کبھی میں تمیں پیس کی سب کی سب؟" اس نے صاف سے اشارہ کرتے ہوئے ہے یہ بھا۔

"ہاں۔" اس کی آواز میں فریاد ہے۔ "جہاں جہاں مدد مارہے چلیں کر کے رکھ دیا ہے کبھی تو۔"

"تو انہیں کہاں لے جا رہے ہو؟"

"مگر مگر۔ بھائی جو ہے درست پر بھاؤ دوں گا۔"

"تمانے کیون گھن جائے؟"

"تمانے؟"

"ہاں ہاں۔ ان کو کافی ہاؤس میں بخدا کرو۔"

"مگر کیا یہ؟"

"جا گیردارکی۔"

"جا گیردارکی؟ تھا نے کام استیوارو۔"

"وہاں پہنچتی تھی۔"

اوہ، بھائیوں درجاؤں کو بکاتے و دیتے مکمل درجہ سبھی میں آئے اور انکی کافی ہاؤس امیں بخدا کر دیا۔

ٹھانے پر میں ایک ڈسائیکل کی اونچے جگے ہا گیردار کے موٹی اور کافی ہاؤس میں بھی ٹھانے صرف فیریوں کے لئے اور کافی ہاؤس صرف فیریوں کے موٹیوں کی لئے تھے جنہیں اور جب فیریوں گاؤں میں پہنچا اور ہا گیردار کے موٹیوں کی خر سالی تو ہا گیردار کے ہمراٹے بھائے بھائے آئے اور ان کو مہارک بھائی دیں اور کہا۔" کہس بھائی ہا گیردارکی ریٹھیں کیا آہان سے اڑتی ہیں اور ہمارے تمہارے کبھی بھائے تھیں کہا کہا کہ جو سمجھیں گائے بھکھیں آ کر ملے۔ ایسا حق چھالا ہے تم نے ہا گیردار کو کہا ہے یہی کوئی سمجھت کر جائے گا انہوں نے۔"

سارا گاؤں جوان تھا کہ آفڑا گیردار نے اسکی زبردست بیک پر چپ کیں ساہولی ہے۔ یہ وہی ہا گیردار تو ہے جس نے

انگلی کے نامے میں فخریات کی آمد پر جب سارے گاؤں کو ایک سیری دروازہ بھرا کرنے کو کیا تھا تو چند ہزاروں نے اپنے  
دیا تھا تو اس نے انگلی کو راستے لے گیج دیا اور قانینہ رکھ کر بھاگ کر ان پر کوئی سماحت نہ چاہدہ۔ یہ کم بخشنے پا کھان کے تن میں ہیں۔ اور  
بھر جب میں کی شادی پر ایک طرف گورنمنٹ کا پرنسپل کا وے کے ساتھ اپنا جھاگلا آیا تو اور گورنمنٹ نے نیا پرانا لالا قاتو دیسرے  
روز جنگ کا گورنمنٹ کی ساری بھیڑی ہاڑے میں اپنے ہائی کورٹ کی تھیں۔ بھیجا گیرہ دراپ ایک ٹھیک سے بھاڑے کیے دب گیا؟  
”کوئی طوفان آتے ہاں ہے۔“ تھری بھاڑے کہا۔

اور وہ بے پرواہی سے خش کر جواب دے ”تم نے الجے سالاب میں کھنڈیاں چالیں ہیں بھی۔ ہم اس جا گیرہ دراپ کو کب خاطر میں  
لاتے ہیں۔ اب تو پا کھان میں چالا ہے اس اس سب جا گیریں۔ ہم لوگوں میں بھت جانے والی ہیں۔“  
”ہم لوگوں میں بھت جانے والی تھیں جا گیریں۔“ تھری جو ان ہو کر کہا۔ اور جب درست کے سیلانی ہذبات سے ہو گھٹھا نے  
گل۔ ”یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ جا گیرہ دراپ کی جا گیر۔ جا گیرہ دراپ کی جا گیر نہیں ہے گی۔“  
”آئا تو ایسی ہی ہیں۔“ وہ کہتا۔ اور شاید بھی طوفان ہے جی آتے ہاں ہے۔“

”بھی ایسے طوفان کے صدقے ہاوں۔ تو جوں جوں کا سیر یہ کہ کر کہا اور نسل دیں اس کا سماحت ہے۔  
ساون کے ایک بیوں میں معمولی بارش سے بھان اس قابل ہوئے تھے کہ جوہ بارہ بھوٹے بھیں۔ اس کے بعد اسی بیوں سا  
ہو کر وہ کیا تھا۔ سدا اسادن بادلوں کی رواہ سمجھے گز ریکا۔ سفری یہ بہت ہے کہی بھلی امتحنی تو چھلی سے بھت کر رہ جاتی۔ جی کوہ  
چھلی سے اور قریب کارہ کر لی اور پہنچت کے قدموں میں بھلی ہوئی بھلی میں دوب کر کھجاتی۔ سمجھیں اسی امتحان پر جمادی  
جلائے گئے اور قریان کے درخواں کی بھنپیں سر اور سربراہ بھیں سے پڑ گئے۔ جی کے نامہ کے سلیپر ایک شادا اس بڑھتے سے  
تو ہونے لگی تھیا یہ اور گھر میں پر جم کر کے انھیں کھوؤں میں بھی پہنچا کر بارہ بھاڑی رہے۔ سلطون میں بھیجیں اسی کل پر کری بھنگی  
اور کوئی بھی کوئی سیری ہونے لگیں۔ اس اس بادلوں کی آڑی بارہ بھلیں تھیں۔ تھری اپنے گن کے سرے پر بیٹھا بھیں میں لکھنیں  
بات۔ رہا تھا اور سہاروں تھی پر کوئی بھنگی پڑھتا۔ رہا تھا اس کا چاک کھیں۔ ۲۰۰ سے بیلے دیکھتے تھے۔ ایک ہم سدا گاؤں چاک کر رہا  
اور بھیں اور بھیں پر بیٹھتے رہا۔ تھری کے کوئی سیر ہوتا جو پا کر بھیں تھے۔ لکھنیں کے دیکھنے پر بدھاں دیکھتے تھے اور بھر جو تھی اور پہنچ  
کے پانے سے ۲۰۰۰ پاچ کردھا اور پر کھرا رہا کہا۔

”بھل دھر سے اٹھا ہے۔“ وہ خوشی سے اٹھا تھے اور نہ ہے۔

وہ بھر کی دل خواہ، اور جان بھی کے تمہرے میں سے دلکش ہے تو یہاں تک پہنچے۔

”تمہارے سختوں میں تو یہ اڑ سے اکاپانی آئے گا کہ با جو گل کری خود جائے کیا ہے باطل؟“ اور وہ بھی دیکھ رہا آگئا۔

مکالمہ آرٹسٹ

”ٹھیک“ بڑوں کی بھت سے ایک بڑا حادثہ ہو گیا۔

تہذیب المکالم

۱۰۰۰ میلیون دلار از نظر اکتشاف و تولید گاز در این سال میانه کار خواهد بود.

وہ دوسرے تھیوں کی آوازیں آئیں۔ اور جب یہ طوفان رکا تو اپنا اک بڑا صوت تھے پر ہاتھوں کر کر پار اگلے۔ باقی نصیب امیں تو

مادہ باتیں باطل و اخلاقی اور بے کیل۔ اور ہماراں لے چکے ہوئے ہے اسی کاں ارکیو میں ساختہ ہوئے ہیں۔

پھولے ہے بھول۔ وہ باتان میں ہے کہ اسیں جو کام سے لے یہی پیچی میں وہ لایا تھا جو اپنے چڑھتی گئی۔

کوئلیں اپنے تھے اسی اور نے میر کی بھی۔

وہ بخوبی بھاگے ہوئے جسے راستے پر آئے۔ شیرے نے اپنے کمپت کا سچ کیا اور وہ اپنے کمپت کی طرف پکا۔ مولانا حمد  
میں برس، ہاتھ، چھدم آگے جو ہاتھ شیرے کو کھان بخوبی نے چھا لایا۔ گرن اور چک اور چما جوں پائی۔ گند میاں میں گئی  
حصیں اور میاں ایضاً ایڈ کر دوڑی مہری حصیں اور کمال سنہارے بھاگ کیا۔ اس سب کمپت جالاں میں جال بچے تھے صرف بیٹھوں  
کے جانیے نہیاں تھے۔ بیٹھوں پر جتنا ہوا جب وہ اپنے کمپت کی بیٹھ پر پہنچا تو اپنا کمک آئا تو وہ کر کر کیا اور کمال اس کے زامنے

ہاتھ سے بہتگی۔ اس کے بعد میں جگ جگ پانی ریکھ کا تھا مگر وہ اب اپنی کیفیت نہیں تھی تو میرے سامنے کا پانی کہا جا رہا  
ہے۔“ اس کی وجہ ان آنکھوں نے پہنچ دی جو اپنی کھلا سے اور میرا مدد پیارہ سے اور میرا خود کھتوں سے ہے پھر اور کچھوں ریکھ بنتی  
ترے کھوار کر اس نے کمال اخراج کا عدے پر درہلی۔“ اُن فریزے کھتوں کا پانی کہاں ملتا ہوا ہے؟“ اس نے اپنے آپ سے  
بچھا اور پیاز کی طرف بڑھا۔ پہنچی پر جا کر اس نے دیکھا کہ اتنی اونچی پر بادل بہت رہتا ہے۔ دیکھا اور اس نے پیچے نظریں  
وہاں لے۔ سارے پیاز کا پانی ایک صنوئی بندی کی قفل میں لایکے اس کی صورت اختیار کر دیا گیہ جا رہا تھا۔

وہ فریزے میں مسولی بیڑی سے صنوئی بندی کے کارے کارے شیب کی طرف بھاگا اور جب رکاوٹ وہ جا گیرا اور کے دلچی کھتوں کے  
کارے کھرا تھا اور سارے پیاز کا پانی جا گیرا اور کے دلچی لگے چڑھا ہے تھے۔ بھلی باراں کے مند سے جا گیرا اور کے لیے کمال افی اور  
بھر کیماں بیڑی سے کمال چالائی کیاں کی آن میں پیاز کی پانی کے آدمی سے سچے نے اس کے کھتوں کا رائے اختیار کر لیا۔

ایک اگر بدار قبیلہ کا کرسی نے کمال ایک طرف پھر کر دی اور اپکر کر ایک چنان پر جا زدھا۔ باشی جھٹے لگی پیاز کی پانی کی  
شدت بدھ تھی۔ جلدی اس کے کھتوں کا ضاف حصہ سر اب ہو گیا اور اسی پانی میں جو خدا تھا اور صنوئی ہالیں کوئی ریتی تھیں۔

باشی تم کی کہیں کہیں حرب کے دھیمی نہیاں ہونے لگے تھے۔ مگر پیاز کی ہالیں باشی کے بعدی تاریخ میں آتی ہیں نہ  
بہ خود کریج ریتی تھیں۔ اور وہ اسی چنان پر بیٹھا سامنے پیاز کی پر کھرے اور گاؤں کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے ناکھری  
گھر وہ سڑھل جانے کے بھاٹتی سے مطمئن ہو رہے تھے تو ماہی سے بھی۔ اور پھر وہ مغربی پیاز کی سب سے بڑھنے والی میں  
چھست سہری سورج کی طرف دیکھ کر گکرایا۔ وہ چنان کاونڈوں پر کوکھیں رکھ کر گذرا جائیں پر سے ہوتے ہوئے جانے کی  
طرف آرہے تھے اور گاؤں کے کھوؤں میں سے ہو گیں کے بہت سے جاہل بدوڑ رہے تھے۔ لیکن میں وہری بارے سے گیب سا  
خیال آیا کہ اس ان ہزاروں میں بیڑے صیادی ہوتی اور وہ اپکر کر ایک جگہ کی پہنچی پر جا لگا اور ہو گیں کے پورے سر کا کثرہ بچوں  
کی سیپیاں بھاڑا اور ہالیں بیٹھا اور چالا۔“ میں وہی ہوں جا گیرا تو اسی جس کا آپ نے ہے پال پر سے ٹھکار دیا تھا۔ وہی آج اس  
وہ صیادوں کی بندی پر سے آپ کو پکار داہمہ اور پوچھ رہا ہے کہ جراثی تو اسی تھے میں آپ کے؟“

اور اس نے فتحانہ قبیلہ کا ارکنی سماں کے صرد پیارہ سے اونچے اونچے جا گیرا اور سے ہے پھر“ کچھ جراثی تو اسی تھے میں آپ  
کے“

جا گیرا اور کھلے اونچے جو درجہ کر دے کمال اخراج کے لیے ہال پر سے کو اگر جا گیرا اور کے سماں کے صرد پیارہ سے اپتھ کرے

دیکھ لایا اور جائیکے دل کر اس کی مال کو بڑا کر کے اس کی پہلیں میں "تمن گھونے جاؤ یے۔" دل کما کر گرتا اس کے پید پر زور سے ٹوکر لاتی۔ اور ہر ایک من پڑے اس کی ہاک پر بھر کیجیا۔ ماں و شیخ کی طرح اس نے اور ہے ہوئے گاں اور پہلی ہاک کو اپنی اکری ہوئی الگیوں سے دیکھ لایا اور پھر اس کا خون آلو ہاتھ اسلاپ کرایک بھر پر جاگا اور چیزوں کا ایک فول نھاہیں سے اتر کر اس کے سر پر ایک سناہی قوس بناتا اور اصر کیا۔ اور جب اس کی آنکھ کلی تو صاف آسان پر چاند اور ہر چیز کے ہے تھے اور جو طرف بینظاوں نے شہر کا کر رکھا تھا۔

وہ کچھ دیر تک چھپ چاپ لیا پا انہوں نے اور جو اس کا شہر سارا ہے اور ہر اچاک بڑی اور اکٹھی مگر تھی اس کی وجہ کیا۔ اس کی ہاک سے بہت ایسا نمونہ اس کے ہاتھوں اور جھوٹی پر سے ہوا اس کی ہمیشی ہذب اور ہر اکٹھی میں چاند نہ رہتا اور ستارے نہ کیاں ہاگہ ہے تھے اور ہوا یہی نہ لٹا کر بیٹھی چاہرے نھاہیں بڑتی بہتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے اور اس دیکھاں کی کمال نامہ بھی۔

لٹک کر ہو یہاڑی ہالے کے پاس آیا تھوڑا تھوڑا اپنی اب بھی جائیکے دل کے کھتوں کی طرف بہاہر ہا تھا۔ کھتوں کا ایک اجرہ کر کر ہو یہاڑی کی دعا کارئ بدل دیا۔ "آخر آؤ۔" تورنی الگیوں سے بھر لی زمین کو کر پیٹھا ہو یہ تھی ہوئی دعا کو باتے گا۔ "اس طرف آؤ۔ ان کھتوں میں کسانوں کی لاٹھیں اگی ہیں۔ اور ان کھتوں میں آڑ ہیں کے ہونے پر انسان زندہ ہے انسان زندہ ہے پاکستان زندہ ہے۔ اور آخر آؤ۔"

ہاک سے پہنچنے ہوئے ہوئے کا آٹھنے سے ہو پہنچا اور الگیوں کی پہلوں سے رستے ہوئے خون کو بھر دیں پہلا چالا کیا۔ "آخر سرے کھیٹ میں آڑا ہو رے کے کھیٹ میں اور ہاگ کے کھیٹ میں آڑا ہو اک کھیٹ میں اور شیرے کے کھیٹ میں اور

اور اور چاندی سے حلی ہوئی یہاڑی پر سے شیرا "بھیا او بھیا"



# پاہی بیٹا

پھاتونی بھرتی کی سادا بار افضل تھا۔ ان گستاخوں میں باغیں بکاری اور پوزیشن توڑی جا بیکھیں۔ بچوں کی بھتی جولی آگوں میں بیکھی کی رہت مگر کمی تھی اور اسکے خاطر سے سیدھے سیدھے پڑھنے والے بزرگوں کی کمری بچکی کی جیسیں بیکھنے بھرتی بدستور زور دیں پڑھی۔ اور بھرتی میں اس شدید کشش تھی کہ بڑوں کو اپنے بھتوں کے بھوار بھوالے تھے جو اپنی کے بھائے کروں سے لفڑا بھوں اور بیکھوں کو بھتوں میں پھوڑ کر فرار ہو گئے۔ بھتوں کے بعد سکھر آپر یا بھتو سے ان کی بھٹکیاں آگئیں کہ بڑا بھاپ اور جمالی بھوں کو وہ قوں سے مر جائیں کہ کچھ کئے تھاں نہ لے سکتے تھے میں بھرتی اور گئے تھے میں بھوتی اور آتے بھتے میں باں کی داداویں کی پالی بھیکے پر بکھا بھول گیا اپنا اور کھلے کے دکھنی کرنے میں بھوں کی پالی پر بھرے ہوئے سرخی میں رکھی ہے۔ اور جاتی ہے اس اور طرز سے خیرت ہے اور آپ سے عرض ہے کہ تو جگہ کیا اس طراجمی سے دیکھ نہ ہو۔ اسی آندر ہاتھ میں سمجھوں کا گلڑ کرنا۔ اور ہر ہم تھے سے بعد سلام کے بہن کے اب ایک ہی برس میں سارا افراد چکار دیا جائے گا۔ اور ہر ہم تھے سے بھر جائیں کا ہیل رکھنا۔ بھرتی جو بھبھ کے ساتھ بیکھار کے گرم میں سخنوں کا ایک بہادر بھتی جو کہا اور اگر جو ہی اپنے والے سماجوں کی تھوڑا بھتی گئی۔ جو بھتی کسی کی کاچھ بہا ادا کر رہا ہے۔ جو کوئی اور بھتی میں مددیں اور سہبہ مددیں اور مغل کے لئے اپنے اصل اسے بھے اور بیٹھی ایکوں والے کاٹی جوتے اور جوان سے لمبے ہوئے جوڑے پہنچے رہ جاتے اور پنچار ہاس گھروں کو بھوں باتھوں سے قوم کرن ان چوراہوں پر ہیں اٹک اٹک جاتیں ہیسے شادی والے گھر میں سے اپاٹک اٹک کے پوری بھتی ہو۔

اس بندوں کی گاؤں سے آٹھواہ جوان پیش ہوئے۔ ایک کی آگ پر زرا بھولا ساقی اس لیے داکنی میں وہ کیا گھر جسے صاحب نے وہ دی کیا اسے لے گئے۔ میں اسے ضرور بھرتی کر لیا جائے گا۔ ”مشتے بام بندے والی آگ کی پر بھولا کی بھر بھک میں بٹائے جائیں“ بادھے جاتے ہیں کوئی ہاٹا جاتی ہے۔ پھر پال پر ان نو گاؤں کی ماگیں اور بیکھیں بھیج جو کہیں جیسیں۔ انہوں نے بھوں کو بڑپہن میں اپنی دکھا قبرہ کھیسیں خاہر کیں۔ اور ان آگوں کی چک مردی تھی۔ بچوں کے ساتھ ساتھی کے حاشیے تھے اور اونہ کے ہوئوں

بے کا سیں جس۔ انہوں نوجوان کی بھروسے اکٹھوں پر گھوڑی رکھے لگھوں سے دین کر دی جس۔ ان میں سے ایک کے سامنے جیسا  
ہوا پچھوڑا تو پھر رہا تھا اور تباہیاں بھارتا تھا۔

ساتوں نوجوانوں کو زمین پر بیٹھ جانے کا حکم ملا تو ساتوں کی ماں بھی اور جو یاں کھری ہو گئیں اور جتنا ہوا پچھے میں کے قدموں  
سے اپت پٹ کر دنے لگا۔ میں نے اسے اخراج اور جلی بھیجا ہا گھوں والی ایک الی کی طرف دیکھنے لگا جو پیچے پال کی عذر ہے  
کھلنے کی طرح بھی تھی تھی۔ پھر جو سے صاحب نے تھری کی جس میں اس گاؤں کے دلیر اور جو نوجوانوں کی تحریف تھی۔ کس  
طرح سن ۱۲۰ کی لام میں اس گاؤں کے پوراں نوجوان فراہم اور سیموں بھائیوں کا مآم آئے اور تمیں نوجوانوں کو تھنٹھے۔ نہیں تے  
ہبھت کیا کہ اس دہری جو ہی بھل کی لام سے کہیں زیادہ جھوٹوں وہاں اخراجوں کی بھائیوں ہی۔ جگوں ہوں اور لا اونوں میں جریدے  
انسانے کے بعد کرنے کے بعد وہ نوجوانوں کی طرف تھوڑے چوڑے اور پچھے با گھوں والی الی کی بھائیے جو سے صاحب کو دیکھنے لگا۔  
ہبھت۔

"ماں اور جنون اتم اپنی بھل بے گزرو۔ اپنے باہم شاہزادی کی آن پر تباہ اور جنوب میں جا کر ہے۔ جنوارے بننے اور بھائی  
جنوارے گھر اونوں کے ہمہ پیچے کرنے جا رہے ہیں۔ جب یہ دلکش آئیں گے تو ان کے پاس تھوڑوں گے اور سن دیں جوں گی اور  
جزت ہو گی۔"

"کہاگر واہیں نہ تے؟" پیچے والی گورت نے ساتھ والی گورت سے پوچھا۔

اس گورت نے پہاڑ آ کے چڑاہیا کیا کہ اگر پاگ بھری زبان پال جائے۔ واہیں نہ کہے؟  
یہ سال سب گورتوں میں پھر کاٹ گیا اور پھر ایک بڑی صیانت زبان کو سورج ہوں پر بھائیے ہوئے بخاہ اور میں کہا۔ "صاحب تی ا  
اگر رہا رہے ہے واہیں نہ کہے؟"

"تو گھر اونوں کی پیشن بندھ جائے گی۔" صاحب نے جواب دیا۔

اس جواب سے کوئی اور سال پیشان بھیکار۔

جلی بھیجا ہا گھوں والی الی ازگی اور صاحب جھنگے۔

بھرتی کرنے اور بھرتی ہوئے ۱۰۰۰ ہتھا جب چہ پال سے پھل کر، دلکش جانے گا تو ایک لمحی گی کے سرے تھک گاؤں والے ان  
کے ساتھ ساتھ پڑھنے رہے۔ ۱۰۰۰ ساتوں نوجوانوں کو پیچے سے بھیج کر پڑھنے لگے اور گاؤں کی آفریگی میں صرف ڈبلڈ اور ڈبلڈ

کہنے کے لئے ہاتھ رکا۔ اور جب وہ بھی سہرتی کرنے والوں سے بچ بچ کر اس سہرتی ہونے والوں سے تن تن کرنا کہا۔ میں چلا کر تو کھل سے کسی محنت کی لکھی لی ہوئی آواز سن لی دی۔ ”سہرتی والے صاحب تی۔“

جنگر کیا۔ اور جب دررے پاریں بیٹھی آواز سن لی دی تو انہوں نے پلت کر دیکھا۔ دیگر مردی ایک محنت دررے کی وجہ سے کھوئی انہیں والوں ہاتھوں سے اور آنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ انہوں نے جو ان پر کریک دررے کی طرف دیکھا اور پر ایک صاحب کوئے سہرتی ہونے والوں کے ساتھ ساتھ جانے کی بہانت کر کے سکرتے ہوئے محنت کی طرف پڑے۔

”عامِ دریافتی محوروں کی طرح تھی۔ چالیں کے لیے بچ کاں جو کہ اگرچہ پرتوتی سہریاں کچھ مدرس اس سہرتی تھیں جیسے انہیں دیا جائے تو فاب ہو جائی۔ کھنڈ کے چھ بال طیب ہے اور رنگ دن کے چاروں کی طرح سماں سماں ساقہ۔ بے دوقن ہوتوں ہے پر تاریخوں کی تاریخیں جیسے ہاتھوں کی تاریخیں رکھیں اسرا آنی تھیں اور انہیں کی جزوں کا رنگ کچھ بسا تھا جسے چند ہی روز پہلے ان سے انکو سیاں اور پچھے ادا رے کے تھے۔“ ۰۰ کہہ جوں، کہہ رہی تھی جسے کسی کو یہیں نہیں پاری۔ سہرتی والی اولیں کے قریب پہنچی تو، وہ سکرا رہی تھی۔ پاک کرپٹ مکمل سکراتھ تھی۔ بکھاری اسکی احتمال اور ایسی لگی تھیں کہ زمین پر پاک چڑے گی اور اس کے ہاتھوں پر پہنچ رہی تھیں جوں سے ہمارے بھتے چڑے گیا۔

”کیا بات ہے مالی؟“ چڑے صاحب نے پوچھا۔  
اس نے سہر کی بچ کے چڑے صاحب کا ٹھوک کیا۔ ”جو فرب ہوں صاحب تی۔“ ۰۰ ہاتھوں کو کچھ جس میں سے دھن تھی جیسے سکراتھ کو سنبال رکھنی کا مشش کر رہی ہے۔ اتنی فرب ہوں صاحب تی کہ ان گھن گھن گھن پنچ کھانے پڑے جب سے جوں میں جیسے کلے رنگ رہے ہی۔ گھن گھن چوں میں چا تو ہاتھی انہیں صرف پچھا ہوتا ہے اور پچھا بھی اسی کردا ہے کہ کریا۔“

چڑے صاحب نے محنت کوٹا کا۔ انہوں نے اپنا اتحاد پہلی بجز ایسا قا اس لے اب پلت جانے کا اعتماد اختیار کرنے والے ہے۔ ”بچ بچ مانگنے کا صاحب نہیں آتا ہاں ہوں کو۔“

محنت سکراتھ پاری تھی۔ ”خاتم، صاحب تی بچ بچ نہیں، بھی ہے۔ لکھا سہرتی کر رہا ہے۔“  
سب صاحب سکراتھ۔

”وہ بہت شرمند ہے سب کے سامنے آنے سے سگرا ہے۔ کہا ہے اگر سہرتی نہ ہو تو پہنچیاں اڑیں گی۔“

کیا ہے؟" بڑے صاحب نے چاہا۔

"گریٹن ہے صاحب تی اپنی بہانہ کر کے آئی ہوں۔ میں نے کہا" میں زریحتی سائی توز لاؤں۔ "بلا" میں توز سے اتھارہ پاؤ ہوا۔ "میں نے کہا" پہلے پاؤ میں جانے سے شرم آتی ہے تو دوسروں کے سخنوں کی بیٹھوں پر سے ساگر توز نے سے کھا لے اور پاؤ ہوا۔ "جیسا؟" مجھ پر رُنگنا ہے؟" پہلے پینچھی چھل آس پا رہ پہنچ دی دلی آ۔"

"بڑی دلکشی ہے صاحب۔" بڑے صاحب نے بھروسے صاحب سے کہا۔  
سب پھر لے جانے صاحبوں نے دوڑ کے قیچیاں ہے اور جو صباہ کو کوہ پہنچے میں پہچا کر سکرانے لگی اور بولی۔ "اکی ایسی  
کیاں کاہا ہے کرگی پا چکتا ہے ان سے۔"

"وہ سب ایک بار بھروسہ ہے۔"

"آج تھا مطلب یہ ہے کہ تم تھا رے گمراہ تھا رے جیے اور ہر لیکر لایں۔"  
ڈے صاحب نے نزدیک سے بچاہا۔

"بڑا افسوس ہے صاحب تی" گورت نے دخت کے انداز میں کہا۔ "یہ پاس ہی تو محمر اگھر دندھے ہے۔ آپ چند قدم پہنچ گئے اور  
بھوکھیں کا بھاڑا ہو جائے گا۔ یعنی جیسا کہ تو اداوں میں کامر گیا تو پوشش بندھ جائے گی۔ ہر حالت میں وہ چوپ کیں گیں۔ اور  
صاحب تی انگھے گھنے گھنے جھوٹ نے دخت سے پہلے بڑا حاکر یا ہے سیری ہر کی ہوش آن ہیں کھنڈیوں کی طرح دہنی ہیں  
سر پر دکھو رے اور پھل میں پہنچے اور میں ہوں کا آپ کو کھانے کے لیے ذرا تیز قیود اٹھانے تو اپ بھک سانس ملکے نہیں آ  
رہی۔ پہلے تو آپ سب سیرے سانے بھر کیں کی طرح گھوٹ رہے۔"

ڈے صاحب جو ہرست کی ہاتھ سے نکھلا ہے ہے تھے بولے "اکر کیں اس دخت تم تھا رے سانے سر کے کل جو گھنی کھوئے  
چیز؟"

گورت بھاٹھیا پس دی "سر کے کل ہوں آپ کے گھن جو کس اس سماں  
"واہا" اور وہ اپنے گمراہ طرف کیجا پے اسی سے بھل چیزے اب ہر قی دلوں کے لیے اکار کر جھکل رہی گیا ہے۔  
اکار کیا اس کے ساتھ ہا ہے۔"

چند قدم پہل کر گورت رکی اور پھر ڈے صاحب کے ساتھ ساتھ چلنے ہوئے ما جڑی سے بولی "اکا ساتھ جب اس کا ہا اپ اٹ

کے ہال مدد حاصل رہاتا ہے پس سینے کی پھٹکنی اور کھلی امام میں گئے پر گولی گئی اس لیے زندگوی کا چوتھا گھر  
ہے لفڑی بیان کرنے کی بھی نہیں ادا کر سکتی تھی اپنے آپ سے۔ اس کا دنہا اور ہدایتی ہے۔ حال یہ ہم ہے۔ میں اسے  
بھول اور ہمارا ہمارا یا اور جانے کیا کیا کہتی ہوں۔ یہ ایسا اگلا ہے جسے انکو کہا ہے۔ مگر مجھیں ہیں کہ اسے پلا پس اور پیشی کی  
پڑھا رہا ہے۔ مجھے کہا جائیں کی آتا ہے کہ اسے اگلا ہے جسے اسے کے قابل میں بخوبیں اگر دی جاؤں۔

”سے صاحب نے اس کی بات کا لئی ”تم نے اپنے کے قابل میں بخوبیں کو اگر تھے نہیں کہی؟“

”مجھے۔“ بڑھا یہ اپنے ہاتھ کو کھلانا ہے کہ صاحب کی طرف اس طرح بڑھا رہے اس کا فاقی الہاری ہے۔ ”اے صاحب!  
مرکز ریڈ ہے کے قابل کی گلکھات میتھے۔“ دوسری میں مجھے کوئی لذتی ہے اس ساتھ یا انگلی جب اسے کوئی کھنڈ پہنچ جاؤں  
جسیں جہاں سے پناہ گا میں نے اس کے پیچے ہاتھے کے قابل اور قابوں اس اور کوئے دے کے اور جو گھنپ پر برا عالم ہے اس کو اپنے  
الہاریم، اس پیچا کرنے میں دیکھیں ساز میتھے اور حادثہ کرتا۔ ابھی اسی رسمات میں کہہ دیتا کہ لوگ بخوبیں کو کہتے ہیں اور ہم اس  
بیان بخوبیں کو میتھے ہیں۔“

بھولے صاحب سے مجھی بھولے صاحب نے گھرت کا لانپورہ دل پر چھڑا کر درج پیچھے ہوئے کہا ”اب تمہارا گھر کتنی دل میں  
بڑھا؟“

”بڑھا۔“ گھرت بے اختیار رہی۔ اے صاحب آپ نے تباہ اپنے بھولے صاحب کوئی بڑھا کر سکی نہیں۔ چالیس کی بھی تو نہیں ہوں۔ بس  
اس بڑھے اگے بڑھ پر بیرا گھرے اور آپ بڑھے صاحب سے چلب ہوئی۔ اکھا گھرہ آپ نے اپنے بھولے صاحب کی تھی تو بڑھ  
صاحب تھی آپ لگکر ہذاہ کے دھرم سے پڑب بکھر پڑ جائیں۔ آپ کو ایسا جو اس دل خلکی سے ملے گا۔ سچ کی تھی تو بڑھ  
کا ساتو رنگ ہے اس کا اور بال دل تم جیسے اور آسکھیں اسی پیاری میتھے خدا نے اپنے قیہا تو ہمارا کس سے ہاتھی ہیں۔ ابھی میں بھولے  
رہی تھی۔ بخوبیں پر بھرے سترے دل میں بخود کھنپا ہو تو تھرنا آئیں اور دیے ہوئی ہاتھے کی ایک کھیر مصلحا کر دے جائے۔ پھر ان  
اس کی تھیں پاٹھوں کے بردار اور بازو یہ یہ۔ کہنے والی کا کھلاڑی بھی ہے۔“

”تو وہ اکابر شہزادے کیوں ہے؟“ صاحب نے پوچھا۔

”اوہ سے شر ہاتھے صاحب تھی اساری دیا اس سے شر ہاتھی ہے جو اس لیے دیا کوئی کچھ کر شر ہا جاتا ہے۔ کہنے والی میں مخالف  
کے آری کو کہا کہر خودی اسے الحما کر سئے سے لگا جاتا ہے۔ اوہ اس سے جویں جرے کی ہاتھ ہے کہ جاں ہے جو کسی لاکی کی طرف

بری نظر سے دیکھا ہو آئی تھی۔ ہر مرد نے زندگی میں اپنی زندگی کی بنیاد کی اوری کا خود رہ بڑی نظر سے دیکھا ہوا کامگرد ہے کہ اس سے کوئی اوری گزیری دھرنا سے کہو پر گلاب کے بھول کھل جائے ہیں۔“

بڑے صاحب نے بھولے صاحب سے چوپھا آپ نے اپنی کمی کو بڑی نظر سے دیکھا ہے۔“

”تیا“ بھولے صاحب نے بڑے فرود سے اعزاز کیا۔

”کے؟“ بڑے صاحب شراحت پر تک تھے۔

”ابنی ہی کو۔“ بھولے صاحب نے کہا۔ اور ہمارا ایک دم سب بے اختیار ہیں دیئے۔ ہرست نے اپنی بات جاری، رکھنے کے

لئے جوں کھوئے تو بھولے صاحب نے بڑے صاحب سے چوپھا۔ ”اور آپ لے؟“

بڑے صاحب نے ”ہاں ایک اوری کو دیکھا تھا“ کہا۔ اور لال کے بڑی نظر سے دیکھی تھی اس نے بات آکے پس ڈھنے

پائی۔“

”بھولے“

”بھولے“ بڑے صاحب نے ”ہم بھوادر ہٹلنے سرکار کے خلاف جنگ کریں ہم اپنی میں بھرتی ہو گئے۔“

ایک بارہ برس بھردار سے پڑھ لے۔

بھولے سے بھی بھولے صاحب نے اپا ایک سمجھدہ ہو کر کہا ”بھی کہاں گئی تھیں اگر“

”سامنے قیادیے صاحب تی؟“ ہرست بھولے اور پلٹ کر گاؤں کے ان لوگوں پر اہلی نظر والی جو بیجھے بیجھے دے پاؤں آ

رہے تھے۔ وہ سب جو ان قیادوں کے جزوں پر کہیا تھا اڑاقیجیے کہ کہاں جا جائے کہ بھروات جیسی کرپاٹے۔

ہرست کہ دی جی ”میں نے اس کے لئے ایک لالی بھی دھونڈتا ہیں۔ اس کا اپنے بھل سے کھویا کاتا ہے اور اس کا منی کا لایتا

ہے۔ اوری کھر کے بھلوں کی پتھریں ملتی ہے انکی بیانی پیدا کر جانا ہے اس کی تین ہوٹل چھوٹی پتھریں تو ہمارے قیادے والے

بھی گلیا تھا چنے کیا ان کے لیے۔ سچتی ہوں ہمیں بھرتی ہو جائے۔ کہہ ہوں آتے لگائے پڑوں ہوں اور پر جنگ۔ کوئی

شادی، ہاؤس اس کی۔ سب ہے گاؤں کا اس سماں تھوڑی ہوں ہمیں میں کہ سرفی مر کر لگی تھی۔“

اپا ایک بھولے صاحب نے بڑے صاحب کے کام میں سرگوشی کی اور بڑے صاحب بھوک کر ہوئے ”ساف کیا اس ہے۔

کون کہتا ہے؟ کوئی دمکن ہو گا اس کا ہے۔ پہاٹی لوگ بڑے کہنے ہوتے ہیں۔ اما اور اسی دشمنی کے باہرے لوگوں کی روزی پر ڈالا

ڈالنے سے بھی چکتے۔ آپ نے بھی اس کی باتی سن لیں گیں، ہاں تو گاٹھا پنکھہ ہذا تریں سے رخا دیتے۔ احوال  
والتہ آپ سکھل ماسٹر کے سکھل ماسٹری رہے۔

مودت جواب چند قدم آگے بڑھ کی بولی۔ یہ ہے میرا مگر وہ صاحب تی! مہر وہ پلٹ کر جوے صاحب کے پاس آئی اور  
لماجت سے بولی "اے ضررِ محنت کر کے اپنے ساتھ لے جائیں صاحب تی اس جسے کھن گئے چینیں کھانے جاتے۔ گئی کافی ۶  
سن ہوا، مول پھانکی کوٹھا آپ ہی کھنے ہیں کوام پر بھیں بھیجن گئی تو کیا اپنے ہیئے پر سوار کھون گی؟ اور صاحب تی اور مہر تی  
اس بنا کا ہے کہ اسے کچھ تی اٹھ کی قدرت ہے آجاتی ہے۔ آپ کوئی پچھے مجھتے جائیں گے آئیے۔"

مہر وہ مگر کہدا ہے پہا اکر پہنی قوت کے ساتھ پاکاری "بھون اے جانوالاے میرے پاہی ہیٹھا۔"

کاؤں والے جم جان اکر ایک دسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بھرتی کرنے والی لوٹی نے دوڑا لے پہلی باغھر کی جسی۔  
مودت پکھوڑی تک سب کے پیروں کوڑے فور سے دیکھنی پہنچی ایکی دوڑا زندہ کے نئیٹھ کا کر جیس جانے لگی۔ اس کا جیوہ  
سرخ ہو گیا آنکھوں سے پانی بہٹا۔ سرکی چاہہ سرک کر لیئے اگر کی انھے ہوئے بال بہتر تھی سے لگنے کا درود جوے صاحب کی  
ہاک کے پاس چلیاں جاتے ہوئے دھنیان تھوں کے درمیان تھی کی مدھک بولی "بھان اٹا بھرتی کرنے پڑتیں اے جاہل  
میرا ال تا ایک بھینڈہو رگوں میں مارا جا پا کا ہے۔



## ووٹ

بھی بیب مغلی کا سامنا ہے۔ بھیس کے آگے ہیں جانے والے خیروں کی جو رنگ گز رے ہی ہی اور خود میں نہ پھیلے۔ لکش  
میں کجی ہر ہیں جہاں کفر مجھے اپ کے ہیں جانے کے علاوہ بھیس سے اس کی واہی بھی ہے۔ ملک کے پہاں فی صد وہ ملک  
صاحب کے جھولی میں ڈال پکا ہوں گرہوں ہی کر جی پہاں فی صدی کی رست کارگی ہے۔ پھاں کے طریقے بھی جانتے ہیں اور  
کہتے ہیں کہ اگر تعالیٰ کے سیدہ اور کی خاتون ہوئی تو انکی کامیابی پر اشتعال کی لعنت اجی پہاں فی صدی کے لئے میں خدا  
ہاتھ پر ملائی آخڑا ہیں اور یوں ہے اور وہ حاصل کرنا بھی ایک انہیں ہے۔ مگر ان جی پہاں فی صدی والوں کی اکثریت ان پہنچے  
پہنچے کا سامنہ اور جزوں کے پاس ہے جو پھیلے ہوں کسان کھلکھل کے پہنچے تھے اور تھے تھے اور کملک صاحب پر چڑھتا ہے۔  
ایسا ہذا اتنا تھا اور وہ تھا تھے تھے کہ اس اندھے اور بندھے۔ میں تھے تو گولی چاہے کا شور ہے دیا  
تھا۔ مگر ملک صاحب نے ہادی جو شدید میش کے مت کی بھی کی کو ہلا کیا اور ان کے ساتھ ہجم کے سامنے چلے آئے اور پہنچا دیے جو علا  
نم کر ملک صاحب تھے ایک طرف تھی کے لئے لے لائے۔ وہ کسان کھلکھل کا جلا جا کر پورا گرام پر اسی مظاہرے کا تھا اور  
جانے کیا کچھ دیکھنا پڑتا۔ کسان اور جزوے پلے گئے ملک صاحب نے ہاؤں سر کے موالیوں کو ہلا کر ایک گھٹے میں آن شریف  
کا قائم پڑھوا۔ اور اس کے بعد ایسا طور کھلا کر کی کھیوں بھک جو ڈال کیا۔ اور اب ہاتھی وہ حاصل کر لے کے لئے مجھے انی  
”ہالوں“ کے پاس بھجا جا رہا ہے۔ میں ہاڑا یا اس دلائلی سے۔ ملک صاحب نے اپنے اور اگر جو اتنے بہت سے کالے ملکوں  
کی فصل اکارگی ہے تو اسے کیوں نہیں کام میں لاتے۔ آخڑ کس مرغی کی دلائلی۔ میں اور تیرنگی دو اور شیر کی دو پھیکا کا الہہ دوں  
میں۔ کیوں صاحب آخڑ کیوں؟

اور ملک جو لوگ لگھلے قاش قشم کے بھک میتے ان سے کلی بھٹکے کر کیا جو تمہارے ہاؤں کی جاگیر ہے کر دیتھلی وہ  
خدا نے اُنہیا پر کام کر دیا۔ وہ میں پڑے اپنے ترہ جان کھتوں میں جن کے دنے والے پر پھر تھے کی جسیں اگلی قدم  
کیا جاؤں بھیجی کر دیتھل کیاں سے آئیں۔ شاہجہان کے زمانے میں ملک صاحب کے ایک جو رنگ مرمر کی قبریں بناتے

تھے۔ تھیجان کی ایک باغی کی قبر کے سطح میں انہیں ایک سماں کلوز میں تھی۔ بھروسی جاگیر نے خراکوں کی طرح بھرتی پکڑتی تھی۔ برسل نے سماں کلوز کا اخفاض کیا۔ سخون کے زمانے میں ملکتی کے پروپرٹیز ایک گورنمنٹ کے لئے ایک سماں کلوز میں رہنے والی اور صدارتی اچنے خوش ہو کر بدالے میں پانچ سماں کی جاگیر بٹلش تھی۔ اگرچہ کے زمانے میں اس پروپرٹی کے مالک کے پانچ سارے جوان دلی کے بانیوں کی سرکوبی کے لئے بیکے جن میں سے صرف کالے خان اور اس کے چھ ساتی واہیں آئے اگرچہ نے خوش ہو کر پانچ کاؤنٹی کے خواستاروں کے بعد میں ایک گاؤں۔ اگرچہ سرکاری فرش طبقہ تو تمہارے کامبینگ کا وہ بنی گنجی ہے۔ اور بہاں دو ہوکا لے خان اور اس کے ساتھی خدمتے سے بائیں آئے تھے تو ان سموادوں نے جادووں کا فرض سنبھال لیا۔ کبھے جیسے ان کے بخوبی میں تمل سے نہ ہوئے پا کبھے ہوتے تھے اور جب کوئی انسان ذرا سا اگر تو قاتوی چاکب ہزار پانچ تھے اور اس کی جلدی کی کثرت میں بھی کرنے سمجھی تھیں۔ بخوبی اندر اپنی میں ملک صاحب نے سلم ایک میں کام کرنے والوں پر ۲۰۰۰۰ جھنے ہوتے ہے پڑائے کہ ہلی کورٹ تک اپنی ہٹھوڑی ہوئی پانچی کی تھی۔ چند کساںوں نے جناب صاحب کا ہاتم لیا تو ملک صاحب نے انہیں پیچ پال کے سخنوں سے بامدھ کر کالے خانوں کو ٹھوپا۔ انہوں نے مر جوں کا ہواں دیا تو ایک کے سارے نئے ہرجن ۲۰ گے۔ پاکستان بیٹھ کے بعد ملک صاحب کے ٹھکپے اپنے اپنی بھنڈا انصب کیا گیا کہ کوئی ہاتھوں اور چیزوں نے بخوبی کے لیے بھرا رہا۔ ملک بخوبی دیا تھا۔ اور آئن ملک صاحب پاکستان کے بہت بڑے تھر خواہوں میں گئے جاتے ہیں اور سکردوں کے لیے بھاڑے اس طلاقے میں آئیں تو اس سے پہلے ملک صاحب کیے ہوں گے اور جوں ان کی زندگی حرب افغانستان کے دریں۔ سو پہلے کی ایک کے طسوں میں ہوا کاری دیکھنا ہوتا تھا ملک صاحب کو کچھ لو۔ جو جرہوں کے لئے ایک دنیا ہو گی تو مطلب یہ ہے ان ساری باتوں کا اک ملک صاحب کا ہذا اقبال ہے۔ کبھی کھارہ سبھی میں اپنی قوانین ایسی نہ جانے ان کا نہیں۔ اور جرہوں کو کسان کیجی ہوں گے ان نے کوئی ساتھی نہیں کھول کر پہاڑا ہے کہ یہ کام اپنی ملک صاحب کے حد آتے گئے۔ اور اور ملک صاحب کے انسان گھنی خدا ہو رہے ہیں۔ راتوں کو اپنے اپنے پیٹھتے ہیں اور بیچے کے پیغمبر ایک اور بخوبی خوال کر آجھیں پڑائے اور جیرے میں گھرتے ہو جاتے ہیں۔ میں ایک رات اسی وقت ہاگ رہا تھا ملک صاحب پر ہذا کاٹے اور جو اور جو اور سنبھال لیا۔ میں نے چونکہ کرچ چاہا کیا ہاتھ ہے؟ تو انہوں نے نہ جانے کیوں جواب میں پھیکا کیا دے دی۔ سچی کا اٹھتے تو میرے پر اٹھتے پر سخون کا ایک گوار کھتے ہوئے ہے۔ ”بہانہ اتنا بھی بہاء اللہ نے لے گا لی جسیں نہیں دیتی تھی۔“

میں نے وہ بیسی بات چالانے کے لئے بھی بولا۔ تو ہر کسے بھی تھی؟“  
اور سچن کو رام خیل کر کھٹے سے بولے۔ ”تمہاری بیکاں بھی تھی۔“

یعنی مطلب یہ ہواں ہاں کا کہ ملک صاحب کا اپنا تو پہاں ہے اور مجھے حکم دلائے کر میں ان کا سلوں سے ہوتا مانگتے جاؤں کوئی وہ سے سفر نہ راسا چھپے جاؤں۔ اگر کہ تھے زمین سے بے دخل کروں اسے اور کوئی پہنچی دھنہاں کے گھر میں کوئی نہ ہو جاؤں کسماں کسی یا بھتیل بھکھو کر قاتمہار کو اٹلاں اسے جاؤں اور خود ایک طرف جیچہ کرتا شد مکھوں زبان ہوتا دیکھتے کر کتے جس تھاں کے اسیدہ در کا ایک بھی دوست نہ ملتے۔ مزید بھی لمحے کے ایکشن میں تو فیر سب دو ہیں اسرانے ان کے لئے میں ہاتھی مسلسل کا ایک ایسا کمال کھایا تھا کہ اسکے ایکشن کے جزوے جزوے تک اگ ان کے ہاتھ پر منے کو چار ہو گئے تھے اور میں ان کے ہاتھ پر منے کو چار ہو گئے تھے اور میں ان کے ہاتھ پر منے کو چار ہو گئے تھے۔ ملک صاحب کی صاحب سلامت ہر طرف سے آتی بھی ہے مگر ان کو اکٹھے ہو کر خاص لامس گانے والیں پر وہ پہنچاہ کرنے اور خود پچھاڑا ہو جانے والے سردار کہاں ایکوں گلے خود پر اور جو صرف وہ کہے تو اتنے ہیں۔ خجیں مسلوں کا کیوں اپاٹ ہو گا ہے۔ سماں اٹھ کر کیا رہا ہے۔ سب دو ہیں اسی فیری طاقت پر بھڑی ہے اور حضرت آدم کے سوچے سوادعے بیٹھ مانے آتے گئے۔ ٹھیک ہو گر کائنات کے اور گرد تھا قرب ہے جیسی اور گانے والیں کو ڈھک کر کے اپنے اور گرد پالا ہے جیسی۔ بھی وجہ ہے کہ میں اب تک یہ زماں لیکن جوں یک بار سوچ پکھا کا ایک بال ضمیم ہو رہا تھا کہ تھیں سے دو ہیں اسی طرف کے درمیانے کا پورا گرم آگی اور ملک صاحب نے اُسی دھر دکا پورا گرم حرب کیا۔ میان سے چاڑا ڈائے۔ ملکخانے کے اور جب سب پورا گرم ہو رہے ہو گئے سلیمانی بال ٹکا ٹھاک۔ اسے کیا جان تھے جو دکا ٹاٹی ہے۔ سر دیاں میں ایک کسی سر کا درد ہو چکا تھا تو کسان اور جوارے مرغیوں اور ان کے اولادوں اور پھر لکڑیوں اور گھنیکے کا ایک اسارا ہاپاٹ۔ جنے ہوئے پھنسیں جاتے تو اسے ہی پال کی ایک بھی میں بیٹھ کر مانے گا تے۔ ملک صاحب کی اسی مری ٹھیک تو جوں درجنی طرف سے المپڑے تھے اور ان کی مددوں نے جدازے پر اسی میان سے چاڑا تھا کہ آتی کسی جا گیر دارکی میں کوٹھا ہو یا ایسا مقام نصیب ہوا۔ اور اب بھی کسان ہیں کہ بات کر کر کات کھانے کو مدد نہ ہے۔ اور ایک ہاتھ الحدا تو اور پیاس و ماجیس ابھرتی ہی۔ اور مجھے ان گھواروں کے پاس ۷۰ لیٹے لینے کے لئے بیکھاڑا ہے۔ اور اگر میں ان سے ۷۰ لیٹے لے سکا تو دو ہی کی بھیں کا ضاف حصہ کتھا ہے کا اور مری ہر کی شاخ اور دلائی پر پانی الگ ہو جائے گا۔ جس بھی ہی بات تھی پہاٹ کی تاریخ کا تھا کہ اسکر کرتے اور پہاٹ سر کو میں تھس چاہیں ہو رہا تھا میں تو ملک صاحب کی بندی ہی حرام ہو گئی دیکھے جس اس

وہ زندگی میں دھکا رہا جاتا۔ مگر ایک مرٹے سے ملک صاحب کو روپیہ کچھ کامیابیا تو اس کے لئے کہ جب سے ایک پہلا ڈالنے لگئے تو اتنا شروع ہوا تھا۔ کدم کے ذریعے میں سماز میں تین آنے والیں کی کمی ہوئی تو ۲۰۰۰ روپیہ پڑھنے پڑے جس نے وہ ملک ادا کئے تھے اور کہا کہ اس کی کردار میں اور بہت اپنے قلب کی پچھلے ہوئے۔

بہر حال جاتا تھا ہے یہ۔ رخصت ہولوں ملک صاحب سے نہ کہتا ہے انہیں رحم آجائے اور اپنے عبد الغوری کو بھی دیں۔ اسکے بعد ان کم کھتوں کو درخواست کا کوئی آسان سارا تھا۔ مگر کیا تباہی میں گئے۔ میں نے تو سنایا ہے جو رگوں سے کھل میں دادی ہوئی۔ مہانِ حب کسان کے کندھے سے اپنے انہوں کو اگلے گی اور تھی تھی۔ ہے گی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت اسرائیل اپنے صدر کو پہنچئے دیں۔

تم بھی مجھ پر حقِ حرم کے آدمی ہو ہاتھ اخدا اولادوں کے پیمانی نہیں ہوتے کہ ہولوں سے سرٹیکی طرح پہنچ جانے کی  
جگہ اس سے کڑائے کے اسکے سپتے ہوں ہاپ۔ ۱۱۰ کے ہم کو نالا گاتے ہوئے حصیں شرم نہیں آتی۔ وہ تمہارے ۱۱۰ ہوئے تھے  
جنہوں نے سیرے پہنچی، ۱۱۰ کے دشمنوں کے لیے ایسے ایسے سے کوئے کے ۱۱۰ اسی دھنڈلائے تھے جیسے وہ لوگ انہوں کی بھر  
گاہوں میں لیاں کاٹتے تھے۔ پچاس روپے اور تین کے تین کپڑے بھی کہلی قیمت ہے ایک انسان کی؟ اور وہ بھی دھن انسان کی؟  
اور پھر تمہارے ہاپ نے سیرے ہا جان مرجوں میں ملکوں کے لیے ایسی ایسی جو جوں کے ہوئے کے کہ جائی پہنچیں وہیں گزوں کی  
سی کے درمیان ملک چک انتخے تھے۔ اور تھوڑا کوئی تھواڑے سے جذبے دیکھا تو ۱۱۰ کو تھوڑے جوں کی موت کے ایسے ایسے نکلے جہاں  
کہ کوئی بھولے ہے گیں اُن کا شفیعی کریکا۔ اور ایک تم بھٹکے ہاں ہو کر کسان کھلی اولادوں کے خوف سے نہیں رکھی جا رہی  
ہے۔ ہاک میں ہاں ہو کاؤں میں ہاں ہاں کر کہا رہ گئے میں ہاں ہاں جاتے اور گاتے ہوئے ٹھل چاہی۔ شرم جو نہیں آتی؟

"تی آری ہے۔" میں جواب دیا ہوں۔ اور میں بھوٹ نہیں ہاں۔ باقی تھیں تھرم آری ہے۔ ہاپ۔ ۱۱۰ کے کچے کلے کے پر بھو  
سے تو پانی نہیں پڑے گا۔ ایک دن بہترین بھوٹ کا خوف نہیں کھوئیں اے۔ والی خوش ہے۔ مگر کسا دوں ہماروں کے خوف کا مطلب  
لا جوں والا ۱۱۰

"ملک تی ایسا ہے کہ پھر، جس بد معافی میرے ساتھ کر دیجئے۔ بھر کیجئے دلائل کے کیسے سید و سیداً نے ہوئے تھے  
آزماتا ہوں ان پر۔" وہ نہیں بھیں گے تو ایکاں ہمتوں کا لا ایکاں نہیں تو قتل کر دوں گا از ہر دے دوں گا۔ کہوں گا ہبندے

گاہے سب کو۔ آپ کے پاس حضور امیں کالے خال کی اولاد بھری پڑی ہے جسے خارجہ برطانیہ کے بدھاٹیں ہیں۔ میں انہیں  
بھری کمان میں دے دیجئے تھے، لیکن کچھ کیسے ناکوں پتے ہیجا تھاں۔ اور بکھریں ہوا تو تینوں پتوں ان کے ہوا کا اپارٹمنٹ کھرے  
کھرے ٹکڑاں گا۔ بھر جب پیدا ہیں پوچھوں کی بلکہ اپنے گی تو وہ اور وہ چار کی بات آسانی سے کھوئی آجائے گی لیکن ملکتی!  
آپ پکھر دیجئیں گی بھرے ساتھ کرو جائے تو بھر جائے۔ حکم کھانا تھاں آپ کی دستاری کی لیک پائیں گی لہر اور ہر کسی ہوگی۔ وہ پیدا  
رہاں نیکی تو مشکل کشیں اس رہانے کے۔

”دی پی؟“ لف ساحب علی کی نے اپنے ٹولے ہوئے تار کا سراپا کر لیے ہیں، لیکن جسی ہے بے ہوی کا لونا چاہئے  
جس کو جھوٹا کر پاتے۔ بھروسے کے زندگا کل کا کرہوںیں اور حضور کے دامن اپنے گل پھوٹے ہوئے کہتے ہیں ”آج  
کے نیل کی میں نے پلے بھی پردا کی ہے جو آج کرہی گا؟“ بھی ہادیت اٹا اپ کے سرکار نے اعلان کر دیا ہے کہ ایکشیں میں رہے  
استقبال نہ ہو۔ تم اگر اس کو بیٹھا تو لیے کر دینے پڑ جائیں گے۔ اس طبق اکمل میں جانتے ہے کہ یہ نیزہ اوریٰ سلیڈ چالی کا ٹھوڑا نیٹ  
اور میں نے اپنا ذمہ داری کے تھاں میں بھی حصیں باہم کا انتقال کشہر پار کر کرہی تھیں اور کم تھیں وہی حصیں اور میں کے تھے، وہ  
دارکل کرہیں والے تھے۔ میں وہ پے پیسے کہاں اپنی جوئی کی لڑکے پر بھی لکھتا۔ گری کھو اپ کے درپیش فریض ہیں ہوگا۔ گری جو ہو تو  
اس کے حکم کی ٹھاٹ ورزی میں ہو، آتا۔ اپنے ہی بھائی بندوں کا رانچ ہے میں سے یہ ساریں کہایا جائے گا کہ یہ رہی بدھاٹوں کی  
نوئی آدمیتیں چاڑا باتیں تھیں۔ جن کسانوں نے وصے کر دیے ہیں ان کی گھریں بھی تو خردی ہے۔ ساتھ ہو  
رام زادہ نہ سخت خال کہہ، ہا ہے کہ بیچھے تین چار برس میں لف نے کوئن سماجی ماہیے جواب بھی اپناہوٹ ٹھائی کر دیں۔ چیز میں  
اکمل میں جسم بارے کی تھی جاتے ہیں۔ کالے خالیوں نے اس کے تھی چار بڑیں کوڑہو دے یا اور دو چار بڑیں بیٹھوں کی رہا پہنچے گئی  
چالی کر دی تو۔ تم بھر کر کے ہوتے بھی کوئے گا۔ سا۔ سا کام کے لیے باتی کا لئنا تھے میرے پاس نہ ہے۔ جو کہ تم لے جاؤ  
لیکن سے اور اس کے ساتھیوں کو کسان کھلی کے ان مردوں کے ہوتے میں سمجھا جائے۔ اگری خودی ٹھاٹ دے جائے گا۔ پہلے  
شرافت سے بات کر دیجیں کہ زیگوئی اور کران کے جھوٹ پر رکھوئے ان کے بچوں میں قاتے ہان۔ بھروسے کیسے کلاب کے لف  
صاحب اکمل میں زیسچاری کو بلا معاوضہ حکم کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنی زمینی اپنے حراڑوں میں ہانت کر صرف بھرہ  
چاکر کے اکمل کے۔ یہی بھروسے کے لف زندگی کے جو چھوڑ سہاتی ہیں انہیں خدا کی یاد میں گز اوروں۔ سا۔ سا پر کچھ اس  
طریقے کا سماں کا ہے۔ اور ہاں خیر تھوڑا اسارا پہنچ لیتے ہو۔ دس بڑا کفر بہ دھرتی پاٹی ہزار لے جاؤ۔ لف پر دیپویں یعنی ہاتھی سے

تم وہ نہیں مانگدے ہے جسیم خالیے میں چھوڑ دے ہے جو اگر یہاں سے جاؤ تو ہر جو بھی یہی میں آئے کر گزدہ  
اٹھ تھا لی سب کے پردے رکھتا ہے۔ تمہارا ہال بک رکا نہ ہو گا۔ اور ہاں ایک ضروری بات تو ہو جائی چار ہاتھ۔ یہ کام خالیے کم  
نلت اڑکیں کے ہڈے فتحن ہیں۔ اگر حوالہ کساں کی ہو جائیں کی پکارو چورکے پیچھے چھوٹے چھوٹے پوچھاں گھوڑا۔ یہ سالے چھوٹے چھوٹے کو  
غماک میں ہول دیتے ہیں۔ پھول تو زیادہ بات ہے اور پھول کو جائیداد مری بات ہے۔ تو تم جاؤ پا گئے ہزار میٹی سے لادو  
میں ہر سے کو ٹھواڑہ ہاں چند تھوڑی بھی اس کے ساتھ کروں گا۔ مگر تھوڑو پہاڑ اور تھوڑی بات کی کو مضمون دھلے ہے ہائے۔ میرے  
منہ پر جو گاہ ہے تو صرف میری بھیں تھیں تمہارے اپنے بابا کی ہاں کہ ہے جو ہے جو؟ جما جاؤ!

میں ہاتھ جو گرا کر فری درخواست کرتا ہوں: "مگر سرکار کیا ان پانچیں کس اسون کی طرف صرف بھی کو کہا جائے گا"۔ مہداخور کو  
بھیج دیجئے۔ اسے بھی تو ہاتھی ہے کہ پانچیں حد میں ہو جائے سے جاؤ کا گز مسلمان ہتا سکتا ہے۔ اس دن چوپال پر کہہ دیا تھا کہ  
وہت ہمارتہ اٹھ کوئی نہ تک صاحب کے مقابل کوٹے ہیں۔ آپ کا مقابل آپ کے مقابل اسون کا جو اسہا ہے۔ مگر تک صاحب ا  
گزتیں ہمال انساں شرط ہے ایک زمانہ تک لے گا آپ کا ہم اسی کرکا باب جاتے ہیں اب بھت کرتے ہیں اور اس کے پاہوں جمع  
کے آؤ۔ مدد ہوں گا آپ کے خاتم نے جواب دیا ہے۔ آپ ذرا بھا خور کوئی کسوٹی پر کھاؤ کرچکھے۔

تک صاحب اٹھ کر چھے چینے سے لگا لیجئے ہیں۔ "مہداخور دوست ضرور ہے مگر دلال نہیں۔ تم دوست بھی ہو اور دلال بھی۔ خدا کا  
ہم لے کر ضرری تجارتی کرو۔ اور رکھو جانے سے پہلے سبھی ضرور جاؤ۔" جعلی صاحب سے دعا لے لیا اور اگر پانچیں ہزار روپیں  
میں سے پہلا رہو یہم مولوی صاحب کے ہاتھ پر رکھ دیو۔ بم اٹھا بھی ہے کیا جاؤں مان الشـ

میں ان بھتیں کے پیچے پیچے سے والف ہوں۔ ٹھیک سر جو ہفت مولوی صاحب بیمار کا زمانہ یاد آ رہا ہے جب تھوڑا اس  
صاحب بھی ایک بار قاتد کچھ کے لیے آئے۔ جازی کتوں کی ایک بھلیں ہمارے ساتھ تھیں۔ سکھائے ہوئے اور دیگلیں لوپیں پہنے  
مراہیں اور مصلحیں کے ہاتھوں پہنچیں جانے پڑتے تھے۔ گھوڑوں کی ایک تھار آگے آگے تھی اور میں تھوڑا اس صاحب کے  
گھونسے کے بالکل پہنچ پھر تھے۔ میں نے آٹھی بار ضروری رکاب تھا تھی کیونکہ ان ٹھوں ۲۰۰ یا ۳۰۰ میں چھڑا تھے۔ اٹھیں بار بار اترنا چکھا  
تھا۔ گورے، نگک پر ہلدی بخدری تھی مگر جہاں ہے جو اسٹھا بھی کے غلط پر جرف آئے تو۔ ایسا لگا تھا چھے سارا اس تھاں کے  
گھوڑوں کی ہاپیں تک پہنچا ہوا ہے۔ اور جب جب ایک بار ہر ٹوں کی ایک دار تکسیں نکل رہی ہے اور کچھ لیکھوڑے پہنچے ہیں تو ضرور

اٹ ساچ کا گھوڑا ہم بحق حرم کے گھر ساروں سے آگئے تھا۔ بھاڑا یاں اور کھانپوں پر پلی ہن کرتے۔ دکو خصور نے بھومن ڈالا اُنکی کوتھاں نے دکو چاہا۔ ہر قبیل کا ایک پیچھا ہدایت کردا ہے جسکے میں مکر کیا۔ اس ہدایت پر جو خصور اس ساچ نے شفقت سے باقاعدہ ہے اور اس کے کافوں کی جزوں کو کھینچا یا ہے تو خداوند کرم کی حرم اُنھیں بوگیا کر اس بگری بحق حرم کو سخراں نے کراٹھ تعالیٰ نے کی کیا انصاف رہا ہے۔ جیسا کوئی بھک سے ایسا سلک میں نہ آئے تھک دکھ کھانا نہ۔ اور بھرآ زادی کا یہ عالم کو مجھ سے باشنا فرما ہے جیسی بھجتے اپنے ہوں کی حوصلے ہاٹا ہے۔ اُنہاں نے اٹا اٹا ملک صاحب کا پرہا اکٹھا کر لے کر کیا۔

اٹا اٹا کیا رہا نے تھے اور کیا اعماز تھے۔ اگرچہ ساروں کے بھوں کی دلکشی پر ایک بار بھاڑا ہوادر نے کو پتواری بھری کر دیا۔ تو گواہیں روپے اور سے بھگوں اٹھ تعالیٰ کی برکت سے اور بھرآ رہا اپنے پول صاحبوں کے انتقام میں خصور اس ساچ نے اپنی بھجیں کی سرکی۔ جدم سے گزرے تھے وہ دلت آباد جوہنی جاری تھی۔ کسان گواہ گواہ کا یہی جاری ہے تھے۔ خسرو ایک ہلاکتی کی کھنڈی تھک دا ھلفڑا نے پلے گئے اور ہلاکتی کا یہی عالم کی خصورست کے ہڈار کے بارے میں یہ چور ہے جیسی اور جو ہلاکتی میں رہا اسی آپ کا کہا ہوں۔ ”کرست لگائے چار ہائے۔ کھانے کا دلت آیا تو جوہر خدا کی کے سامنے دو بختے ہوئے سالم مر لئے کے تھے۔ خصور نے ان بخت ہوں سے غوشہ ہو کر دستے کے پھوں میں مخلائی باٹھ کے لیے اپنی جیب نامی سے دل روپے خلاصت فرمائے۔

میں ان بختوں میں ملک صاحب کے کارندے کی بھیت سے بھی کیا آپ کا ہوں۔ پہلیں کے ساتھ بھی یہاں کئے پھر لگائے ہیں۔ ملک صاحب کے لیے ایک بھی بھی تو بھکنی میں تھی۔ ہے چارسال کے بعد بھاڑا ہر دن پڑا۔ کم بلکہ ہر دو سو سینے کے بعد اسکے ۲۰۰۰ پندرہ ہزار تھی اور یہاں کوئی کافی تھا۔ خصور نے اس کا لے قایم کیا۔ ایک بھرث نے اسے دو کے بھانے زبر پا ہوا کہتے ہیں اسی خصورست اسکی دلخواز نے لے بھوکھل۔ تی خود کہتے ہیں اس کی لالی کو بھر شیشی کی الہڑی میں کھانے، کھکھلی چاہتا تھا۔ خدا کے قلب سے دارت تھے دن شاید اسے الہڑی میں رکھی لیتے۔ اور بھراثی بختوں میں میں نے دو پھٹ کسافوں کو ۲۰۰۰۰ لے رہے تھے اسی خصور کی کافی تھی کہ جب لوگ انہیں بیرے ہاتھ سے اٹا کر لے گئے تو ان کے کھنڈن ملک کی تھاں کردا تھیں۔ یہ کسان لوگ مدد پختہ اذلی سے ہیں۔ افٹھے ہاتھ سے چڑے ٹاک چاٹ رہے ہیں کہ داعش میں کوئی کیڑا اکھلا کا ہے اور منوفیت لیتے ہیں اس لیے تو ہمارہ حرم کا کرتے تھے کہ کسان اور کئے پر اختبار نہ کرو۔ جو خuss اپنے پاس اور

ہفت کسان کے لئے خوارہ کے کے کے لئے الگی بھی رکھتا ایک دن خود رکھیا جائے گا۔ چکار کے پھر اس کے پھر کاروں کے لئے تو ہم بانے لگتیں گے۔ اور ہمارے ملک میں بھی بکال کوہاں تو بھی لگتیں۔ مر چھٹ اگوں کو ہمین چین کردا ہے اور ایسا یادا ٹالا ہے کہ جہاں بھی گئے ہیں زیستہ اور اس نے دشکے کر چکا کیا ہے۔ کیونکہ اسی میں مرکپر گئے کیونکہ اس کی کاروں میں پڑے گئے، کیونکہ اس کے گھوگھ سے لیکھا گئے آئیں گی جو ہماری جو رہا پڑے پر خواہ میر خواہ رہتا ہے۔ ملک میں کاپڑا اور اس کا دین قیمت ہے نہیں بلکہ صاحب نے ایک بار بھی جو اس کی قیمتی میں ایک ذرا بھی ملکہ اس کی کاپڑی سے رہتا ہے۔ ملک میں ایک ذرا بھی ملکہ اس کی کاپڑی سے رہتا ہے۔

اور اب انی بختیں میں بخچے بھی کسان ہیں اس بڑھتے چڑھتے دن سے بھی چھدقم آئے گلے گئے ہیں۔ مب کوہن ہمیں اس کا نام دیا جاتا تھا مگر اس کا نام کہے اور پہلے کہا جائے کہ کسی کو قبضہ نہیں ہوتا ہے۔ اور ہمارے ملک صاحب میں اور کسی بھوپال کیوں نہ ہوں ایک بھی کیوں نہ ہوئے کہ دولت پر سائبین کو کوچھ کے ہیں۔ اب اسی خوارہ کوں کے لئے پانچ ہزار کی رقم ۴۰ مطلب تو یہ بھاک بھنی میں ۲۰۰۰ فریہ نے پڑتی ہے۔ اور اگر میں ان میں سے اپنا اور کالے غایبوں کا فرق ہاں تو کوئی پانچ پانچ آنے والی ووٹ میں ہاتھی رو ہجاتے ہیں۔ ۲۰۰۰ ووٹ نہ ہے ریز یاں ہو گئیں کہ کچل ۳۰۰۰ ووٹیں دو اور ملکی خبر وہ ایکشان ۳۰۰۰ نے پڑتی ہے۔ لکھڑی ہو گئی ورنہ بھی کیوں تو انہیں کاہل دیتے کرتی چاہتا ہے۔ والی کی دیانتی بدلتی ہے۔ ساری ساکھتی پہلی ہے ان کے باپ کی کسان کی بختیں بھر ان کی بھان کے جھوپی سرچوں کے پتھریں بھکری پڑتی ہیں۔ ہر مکان ایسا گلکا ہے جسے شیر کا ہڈرو ہے اور اندر شیر اور شیر بیاں بھر ان کے پنچ کھڑے ہاڑا ہے جسے شیر پر اڑے ہوں۔ اس کے اڑے ہوں کی وجہ سے تریب آ جاؤ۔ تباہی دھوں بخوبیں میں ریا اور جی اور ادھر بھری جان پر ٹلی ہے۔ تم نے رات کے اندر جھرے میں اسکے دلکھوں کو آرام سے لانا کر آئتے ہے اس کردا ہے نہیں کردا ہے۔ اسی ہزار کا سماں ہے۔ اور اس کی بھیساں بھڑتے ہلے ہاتھا اگر ہماری اگر بھوں کی طرف ہو جو تم ہیں تھے وہ جاگیں گے جیسے تی کے جنسیں چہا۔ سو بھوں پر اکا ہاؤں ہو۔ بگوی کو مانچے پر سے اٹا لاؤ اور فی الحال بالکل شریف آدمی ہیں جا ہلا۔ خیر و رحم و بخوبی میں بھی آگئے اکھیں ہو۔ ٹکڑا ہے۔ نہ ہے آئی گل کا سان ٹھرست بھی ابھی زہان کی چند دراٹی کی زہان سے جواب دیتی ہے۔ ٹھرست بھکھری کی بھن بھکھری ہیں زیر بھی تو ہوتی ہیں۔ خود ری بھیں کہ سب گاہبی کی نسل سے ہیں۔ آس پاس کے بختیں سے کسان ایں پھر زپھا اکار کئے ہوں ہے جیسے۔ اس بھری طرف دیکھدے ہے جسے۔ ان کی طرف کھو بھیں۔ ان کے پاس بخوبی میں ان سے مل جیسے۔ تباہے ٹھے پھا کے پڑتے ہیں۔

ادریس جو پا ہو گی ہزادیں، نامبری چب میں ایم پا گھاٹی آئیں میں ہاتھ لیں گے۔ ان کسافوں پر وہ پوشاچ کرنا تو ایسا ہی ہے جسے کوئی شورز میں میں چک دے رہے۔ بہر حال تک عالی ہم سب کی بھی میں چکی ہے۔ فدر کے نامے سے ملک صاحب کے خاتم ان کا دیا کارہ ہے ہی۔ کوٹھی تو خود کریں گے مگر مت ہاجت اور مارچاڑ سے ہیں ڈھانے تو پا گھاٹی آؤں سے بھی بھیں ہائیں گے۔

ڈر اور قرب آ جاؤ۔ مٹی کو تو اٹھاں ہیں بھی وہی کہ ہم آ رہے ہیں۔ ناہی کہ مٹی کی جان ٹھاپ میں ہے۔ اس کی بھی نے پاہ دھوا سے خود بھٹکی کرنے سے بھایا ہے۔ فخر جانے والا ہاؤں کو ایک دھنڈ را اسکی بچ پڑھ جائیں ہمارے ملک صاحب نہ رکھو کیے اجتنی ہی یہ بستیاں۔ ان کی بچگدی ہماجر کسان ہائے جائیں گے۔ مگر ناہی اب ان کے وسطے بھی بخوبی ہے جن اور ایک اور باہے ان میں۔ جانے اس ایک کا توڑا کیا ہے۔ روپیہ اور اسکی توپیاں کو گئے ٹھکنے کی بھی بند کا یا یا آنے لگتا ہے مگر نہ۔

کسان ہمارے قرب آ رہے ہی۔ کسی کو آجھتہ بھری یاد ہے تو پڑھ لو۔ کسی کو یاد نہیں مر ۱۹۴۷ء نے بھی تو یاد نہیں۔ ملک کی خدمت کی دھم میں اپنے خدا کو بھلانے ہیں ہاؤں۔ اب خدا حق اپنے رکھا رکھے۔

ٹھیک کہتے ہو ہجزے ایم نے ان کسافوں کو رانی کرنے کے لیے کیا کچھ بھی کیا۔ حفت خوشابدی۔ مگر یاں اتنا تاریخ ان کے قدموں میں نہیں ڈال دی۔ ان کے قلیقہ بچوں تک کو یاد کیا پاہمیوں نے ایک ہی رست گائے رکھی کہ ہم ان کے آجھی کے لئے کہیں مدد ہوں کے ڈھن ہیں۔ اور وہ صرف آجھی کا کافی انصاف ہاں کا ہدایت پکانے لگا۔ اسی اور وہ یہ باتیں ملک صاحب کی دیکھنے پر کھوے ہو کر کہتے ہیں اور ساتھ ہی بھی کہتے ہیں کہ ان دیکھوں کی اجڑی کو کھو کر اپنی نے آباد کیا ہے اس لیے دیکھوں بھی انجوں کی ہیں۔ کیا زبانی مغلن ہے۔ یوارے ہے بھیں ہائے گوم نے ایک مذہبی بدھے کی کاگلی وے دی۔ ایک آجھی المثالی کے دلے ستر کی توکالی ہی کہ بکر بہت ہے پر کیا کیا رکھا ہے تین اور اس کے ساتھی کیے آپے سے ہاہر ہے گے ہیں۔ تو ہلا ہوا ہو گئی بھرپوری میں کا کہ شوریں کر لیا توڑا دی۔ اور قرآن شریف اپنی کریما گے آئے ہو۔ صیرے سامنے تو قبروں کی قفاریں تکھم اگیں جیسیں اور پھر غصب ہے کہ دھڑاوی بھی لے پچھے گی ہاتھوں کر پڑے گے۔ باتیں ہی جیسیں ہائیں کی؟ کہتے تھے تھا اسے صرف جاگیراوں کا خدا کہیں ہے؟ ہمان سے بھلی بھیں ہائی کہ ہم اس کو ہم اس ہاگیں سائے گھنیوں اور کھنیوں پر سے ہیاں لا گیا ہے۔ سر جمال منیر یہ از اہم باتیں؟ باتیں یہ کہ اب ہمارا وقت ہے اور ہم تم سے اپنا حق، بھیں کے بھیں بھیں لیں گے بھجتے لیں گے؟ مختصر ۲۰۳۹ موالات اس سے آگے کیا ہے؟ ۱۹۸۶ء سے آگے فرشتوں کو بھی دس ہو جائے!

تم نے اپنے کام کو خداوندی سے ہے۔ میں نے بھی مجھ میں اسے کہا تو تمہارا مسلم ہوا تھا جسے کسی نے میری آنکھیں کاٹاں گے۔ روشنی ہی روشنی اور اور محرومی اور محرومی لے تو اس وقت میں نے پانی ملا تھا۔ بالکل چاکر چوند پہنچا گئی۔ اور جب سے اس کی گالیاں دیکھ رہے تھے تو اس کی گالی سی تھی تم نے؟ میں تو اس کی گالی سی رہ رہی تھی اس کی آواز میں پیسے دعا کیں دیے رہے تھے۔ میں تو انہیں چاکتا تھا کہ اس کے ہاتھوں ہوں گے ملا جاؤ اس کے مندر پر بھی پہنچنا باغی جائے گرفتی المآل بخوبی رہے۔ لکھ ساحب کے سامنے جا کر کھوئی گئے۔ جو اپنکی پر لیئے گئی تو وہاں خود بخوبی اگلے ہو جائے گی۔ صحری سے کہدا ہے کہ کہی المآل زبردستی نہ کرے اس کا چاہنا ہوا چوڑا بھی کسی طرح سل جاتا تو اپنام تھی۔ اس کی سحری جملہ کا لے پہنچا گئے تو وہاں کوئہ طمعت گز نہ ہے تھی۔ بیجا سے رات کی بھٹکی کے تو اس کی آنکھوں پر پہنچی باعوہ حادثہ ہوا۔ تم نے اس کی آنکھیں دیکھیں ہیں خور سے؟ ایسا لگتا ہے جیسے ابھی ہے لے بھیں گی۔ ذرا بھی میں اپنے زندگی کو ادا کرنے والے صاف۔

مفت خوشابد گالی دیکھیں گھنٹاں سب کہہ دیا جا کا گھر ہے کہ اس نہیں اس نہیں سے سمجھتی ہے جیسے دیواریں پر پچھلی باری ہے بالکل پھرلئی سہی میں سادی اولی اولی کی کیا بات ہاتھی تھی تھی کی رہ۔ اور پہنچی کسان لڑکی دیکھوائیں دیں اور پہنچا۔ شوہروں ایسا خود گزرنی تھی مگر کسان ناہیں نے ایسی بیٹیاں کیا جنی تھیں اسیجاں نے گی کیسے جسیں پہنچنے والے ساحب تھے۔ اور انہیں تو وہ ساحب کا تجربہ جب کا تصور ہوتا ہے ہی۔

صلح میں کوئی نہیں بخوبی ہے اس کے درودوں لے جی ہے؟ نہ دلوں پر بیوہ ہے؟ ٹھنڈی کو ادھر نہ جانے دیا اسے بالکل پچھا نہ چل۔ وہ کہا کہ کسانوں تھی کہا ساخوں تھے رہا تھا۔ تم پہاں سے لگل جائیں پھر دیکھو کیسے پڑی ادھر وادا ہوں اس پر تھیب کی۔ کہا تھا کہ کوئی خود کی اگلی کریڈو کے عوارضے سے بچواد کے دوڑا گی ہوں۔ ایک کا تھلن زمین سے پہنچوڑے کا خیر ہے۔ الاظھون کا کچھ اسیں ہے اور۔

خوبے پر ایک بارہ بڑا تم نے صلح میں کیسے مکذا تھا۔ تم کا لے خانے جب دو جوں لاکھوں کی باتیں کرتے ہو تو خدا کی حرم دارستہ ہیں جاتے ہو۔ کہیں اس پھر کری سے پہنچتا اگر من ادھر رے کوئی نہ ہے جانے کی کیا خوب رہتی۔ کہتے ہیں اس ادھر رے کا بہرا جاہاں دن بھر لھڑا رہتا ہے گرچہ کسی دن اتنے لگتی ہاں یا کوئی دن ادھر رے کی اخالیں لڑکی اولی کہیں کہیں ہے یا اپنی جلی چلتی ہے۔ اپنام تھا تو تمہارے ہاتھوں سے کیسے لگل لگل گئی؟ جو ۲۰۱۴ء میں ایسا تم نے شاید سخن کے کوئی مثال دیتی۔ ان لاکھوں پر نہ جانے اتنا گوشت کہاں سے آ جاتا ہے۔ کھاتی تو دال بولتی ہیں اور سطح میں اتنا ہے کہ پھر لوتوالیاں گلابی ہو جائیں گی۔ اس دن تم نے

دنی صاحب کی وہ تصور رکھی ہوگی جو ملک صاحب نے چیز پال میں کافی ہے؟ میں نے ایک تصور پر اپنی بھروسی تو بے شرط تھے  
خوب سے ذرے پختے چلے آئے۔ بیان آتا ہے کہیں صہیان کے بازو پھر لے تو ان کا سونا کیسے چھٹ آئے ہو تو ان میں سبزی الگیں  
میں تو ملائی ہوئے گی ہے۔

یہ شور کیسا ہے؟ خوشی کو صہیان کا پاؤ دُنگیں پھل گیا۔ ایسا کوہ سر اور سر اسما ہے؟ ازا جما کر کر بکھر جائے تو کسانوں کا گھنام ہے اور ان  
کے اشیے ہوئے تھوں میں دراچھاں ہیں۔ صہیان کا باب سب سے آگے ہے۔ بھگل بھوکی سے کوچاڑی، فارزکر بھیجا کار ہے۔ ایک دو کو  
بد کر لینی بوجیاں پھپاڑا لانا ہدایتی تھیں۔ سمری کو ملاعِ نہ بھی جزے راستہ دوڑا ہوا آرہے ہیں اور صہیان کا مردا جو توڑ رہے ہیں اور  
لکھتی کو کامیابی دے رہے ہیں اور صہیان کو پکار رہے ہیں۔ گھوڑوں پر رہنیں کے لئے بھی خود رہتے تھیں۔

صہیان؟ تم صہیان کو کچھ چور رہے ہو؟ سوت پختک کا دروازہ توڑ رہی ہے اور جسم صہیان کی چڑی ہے؟ سماں اٹھا اور وہ  
چہارے ساتھ بھائے کی کیسے؟ جو جنگی کسان لا کی ہے جزے ا

گھوڑے ہاپ، ہے تیں اور پیچہ پیوں ہو رہے ہیں۔ گھر مدارستہاں ٹھیک نہیں۔ ہو سکتا ہے کسان ہمارے تعاقب میں ہوں  
اور ہمارانگوں میں ہماری ٹھیک گھوڑوں کی ہمارا کمی ہے۔ اور بھی جو لاشیں بھر جہاڑے کے دین اونوں میں چڑے چڑے ہو  
ہائیں وہ قیامت کے دن کوں ساختے رہیں گی۔ میں نے تو اس لیے جب بھی بھیکی لامبا چڑی ہے نیکی دھاماگی ہے کہ یادیں  
لگھے جہاڑے والی سوت عطا فرماد۔

بھی لامیں اسکلر ہے نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ تھا ایکجا کر رہے ہوں۔ ایسی جان گی چھاڑا ہے اور ٹھکنی کو بھی جاتا ہے کہ وہ آرہے  
ہیں۔ اور وہ سکھوڑوں کی تھوڑیں ہیں اور ان کے پاس آگئی دراچھاں ہیں۔

وہی رنجیں ہیں جہاں ضھورا را سوت سو روپی صاحب بہادر کے گھوڑے اور ملک نی کے کتے ہوئے تھے اور اب انی  
زیموں پر۔ اکٹھے قلاں پیچے جھٹکے گاؤں کے ایسے وہ کثیڑی قیامت ہوگی۔ ہو سکتا ہے حضرت اسرافیل اس مدد سوہنہ پھر کر  
دیں۔ اس قیامت سے پہلے رہا نے کوئی چاہتا ہے۔

تو کامیڈوں کی والی تھیں ہیں سکھی؟ کیا ملک نی کے کل اور مسلمانے بھاگیں کے 70 کیاں مدد سوہنہ 30 نہ رہے ہے  
تھیں اور نے کامیڈ پر دلخیں اور کمریوں نہیں اور سوہنہوں والے گورنمنٹ نہیں پر چوہنڈیں گے اور کامیڈ سے لے کر فراہم کے

کارخانے تک کہا رہے تھے کی ملکت ہٹلیں کے اور پارکوں خانے کی کھنڈیاں سب کارروبا رہیں گی ا

تو کیا انہی کس انوں اور جزوؤں میں سے کوئی فون کی کمان بھی کر سکے گا؟ اور جب یہ لوگ باہر کے بھومن میں لفڑا خاکر جائیں گے تو دنیا نہیں فٹے گی؟ اور ان کی بچپن کی اولادوں سے متاثرا جو ان اس لڑپی کاٹھوں کرے گا جو ان سکھم یعنی اور صوفی اور گنجی صاحب پہاڑ آرام جلدا پانچے گیں؟ تو یعنی کیا سارا حصہ مر جائے گا؟ امری کے سارے خاتم و حریرے وہ جائیں گے؟ اور جس اونٹ سولی کے ہے کے میں سے گز رجائے گا؟

بارقا تم اپنے سطھیاں ہی کی باتیں کے جا رہے ہو۔ وہ تو ایسی باتیں کی لوگی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا اس کے جسم کا اروانہ وہاں تک ہے۔ اور ہمارا یہی کسان بھی کہن رکھے ہیں کہ اپنے تک صاحب کی جگہ جانے کی بھک نہیں کوہوت دی گئے ہے۔ اسکی بحال میں جانے کے لیے اگے کی شیر والی بھی در طے

اُسے سیری شیر والی کیا ہے؟ وہ تو ہمیشہ مٹھی قاتے ہی میں رہ گئی۔ اسی میں تو تھا وہ پانچی ہزار کا پانڈہ جو ہم پانچیں کو آہنی میں باختلاف افراد جزے میں سے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور وہ مٹھی کا یقیناً ان حرام زادوں کے ساتھ ہلا ہوا ہے صاف۔ اب میں کون سا نہ لے کر تک صاحب کے ساتھ جاؤں۔

پانچی ہزار بھی وہی ہے سطھیاں بھی وہی رہتی ہیں اس بھی وہیں رہ ہے۔ اگر تم کچھ اپنے ساتھ لاتے ہیں تو وہ ایک لڑو ہے ایک لکھنی ہے اور ایک بھی کریب ۲۰۰ سے تک صاحب کا آفری بھیں ہے۔ یہ تمہارے بنا بیت اشکی آفری دلائی ہے اور وہ خود ان رکھوں یہ تمہاری پا آفری سواری ہے اور مجھے عصب میں درجنگاں بھیت ہوئی سنائی ہے۔ وہی قلی۔ اور اٹپب خدا کا  
گھنٹی کی رخند میں اوری چاری گاچا بھی دیوانے والے بھرپور ہے۔



# کہانی لکھی جا رہی ہے

میں نے کامگاری سے پالی پانے کے لیے رکا تو میرے پاس آیا۔ میں کہا، دیواسا ہے اس لیے میں نے فامٹی سے اگر اس کی طرف جو عادی تحریر مکارے کا کام کرنا، جسیں مجھے پالیں گے۔

وہ پکڑنے والی پر بہت آئے چار ہاتھ اور پلٹ کر میرے پاس آیا تو اس لیے میں نے اس پانے کے سے کچھ کچھ طردہ چاہیے۔ کہا ہے جسیں؟ میں نے پیچے کو پالی پانے کے لیے بھاگا۔

”کپڑا ہے جسیں۔“ میں نے پیچے کو پالی پانے کے لیے بھاگا۔

وہ گاؤں بھوٹنے کے بعد تایمکل پارہم سب مکارے کا ملتو پنچھی اسے مکرا ہے جسیں، وہ بیرونی ہے۔ اب کے ہی وہ خوبی۔ اسی بھروسی گھری ہو رکھ کے پاؤں کے ہو جو خوبی۔ وہ ملکی طرف دیکھ کر رکھا۔

”جسکے کہاں مل گئی؟“

مال اور زور سے بیٹھے گئی۔ پیچے نامہ اور اپنی اس کی خوبی میں شال ہونا چاہتا تو سدا کاپلی ہاک میں آ کر بخی اور کھانی کے نیں نہیں اس لے گیب گیب آوازیں لاتیں تو سفر نے اسے اخراج اور اس کے لیے پاؤں پر بھی ہوتی ہو ہول کو اپنے ہاتھ سے بھاڑاتے ہوئے ہے والا ”تم کہاں چو گے؟“

اب میں اسے کہا تھا کہ اگر مجھے کہاں جانا تو اور جو چک جانا تھا۔ میرے سڑکی کوئی سوت مقرر نہیں تھی۔ میں گھر لے میں پچھا اس اسرتی کا نغمہ کا ایک نگرانی تھا۔ میں اپنے گاؤں سے اگلی آنکھ کی کھٹکی میں ایک رہائش سے بخاہت کی تھی۔ اب میں وہ کہاں جوں والا گاؤں نہ ملنا لے چکا تو جاں کے کھوس میں گھوں کی ہاتھی موجود ہے میری رہائشیں اور کوئوں یا جو کوئوں نہ ملنا میں بھپ کر اخنوں سے بخاتی ہیں اور منہ زد رکھوڑوں پر سوار ہو کر زیستی اور اسے ان موجود کاٹنے اور ان الفروزوں کو تو لے لیں آکر تھیں۔ وہاں زیستی اور ہوتے تھیں۔ وہاں خوبصورتی ہوتی ہے اور اس اور خوشحالی اور رہائش کے قیمتیں اور بیچ کی تھیں جیسا کہ جیسا۔ وہی زندگی کے من کے دبے سے مت کے لئے اور بیچ کی تکلیف اور زندگی کے من کے دبے سے مت کو تھری

چوتھا تھی ہے۔

گریٹس اس سلسلی آنکھوں والے سارے کو یہ سب کیے ہاتھ۔ میں نے پکھا دیتھ کس کے سال کا جواب سوچا اور جب بکھر دیتھ کا تاریخی طرف دیکھا تو اسے میری طرف دیکھا ہے مم و مولیں ایک درستے سے ہو چکر ہے جس کا خالی کہا جانا ہے۔ پھر سارے کے کندھے پر سارے ہو چکا تھا۔ اس نے ایک سُلی میں سارے کے ہالوں کو پکھا دیا تو اسے ہالوں سے اس کی سُلی کا کام مرد لایا تو اس کا قائم رکھتے ہوئے ایک ہاتھ سے پہنچا کر آپ کا دوپادل قائم لایا تو اسے اس کے سارے سُلیوں سے اس کی پیچکا جھپٹھا کرنا پڑا۔ اس سال دربارہ تھا: ”بھائی کہاں جاؤ گے قم تو؟“

اس سارے کو افریم سے کیا یا نہ تھا۔ یہ کون تھا جو بہت آگے جاتے ہوئے پلٹ کر ہارے پاں آیا تو اور اب ہارے بنے اور کندھے پر بخانے اپنے سال کے جواب کا تھریق تھا؟ فاطمہ اس کے کندھے پر سے پیچ کرنا اتنے کے لئے جو گی تو وہاں لا۔“ گھے کو دیکھ کر ہمارے سارے چکانے اور پیچ کیا ہے اس کے کندھے مل رہے ہیں۔ میں سُلی کے کارے ان درختوں کی جگہ رہے سارے چکانے اور پیچ کیا ہے۔“

مُجیل نے دو جگہ اس سرخ نے ایک بھٹکی سی چڑی ناگر دھنے لے چکرے پہلا کے دین میں ٹاکر دیا تھا اسی بھٹکے دھنی اور درستہ تاریخ سے بھی دوڑھنے کے لگدھے پے کارے پر تھے اور یہاں سے دھنی کی ایک کڑی مسلم دھنے ہے۔ اور اگرچہ گندڑا میں صواری دھنی میں سے گزرنی تھی اور آس پاس دوڑھنے کی بزرگ رہا تھا جس پر پیچھے ہوئے رنگ کے کبڑے جمل تھیں اور رہے تھے اور دھنے لے ہوئے اتر کر ان پر لگی بھی دوڑھنی لگا رہے تھے اور بھیلی اون کے دامرون کی طرح جگ جگ کیلی ہوئی تھیں اور رنگ کی گلیاں جا چکا ہوں کی پھر یہاں چارہ تھی جس کو ہر چوب پر تھوڑی اور سڑیا تھی۔ اور ہر ہم یہیں پیچ کر کے تھے کی اگر گندڑا میں سے کوئی دھنی گندڑا میں نکل آئی تو ہم اس پر نہیں پہنچا سکیں گے۔ ہر دھن مُجیل کے کارے پر درختوں کے پہنچا نہیں تھے۔ میں تو اس گاؤں میں جانا تھا جہاں نہیں کہ گاؤں کی ہالیں موجود ہیں لہو تھیں اور جہاں زندگی مکران تھیں توہہت کا قدر تھی پھر تھی۔

میں گندڑا ہی چہ چاپ پہنچے گے اور میں ہپنے گا کہ کہا یا اس توہہت کا دھن اور دھنی دھن اور دھنی دھن کے کارے میں کھی چلتیں۔ ان کا بخوبی میں شجز اور یاں توہہت کی حالت میں پھلتی ہیں اور چہ دا جوں اور شجز اور سے فدا ہو جاتے ہیں اور زندگی طھتے کے پیشہ اور سارے کے بھی میں متینہ تھیں ہیں۔ توہہت کی بخوبی میں نے اس کی طرف دیکھا دوئی سے ہاتھ کردا تھا اور

بچہ مارے جوکے گلابی ہوا جا رہا تھا۔ سالز کہدا تھا "میں جسیں اس چاروں گر کی کہانی سناؤں گا جس نے آسان کو تاریخ سستے پہنچ کر اپنی بیٹی میں سن کر کیا تھا اور جب بیٹی میں ہے پارے فرنٹے کھلاتے تھے تو وہ فتنی کر جاتے تھے اور کہا تھا "ایک روپی کا سال ہے ایک روپی ہر ہر دن تو ایک آسان کا شام پہنچتا نہ رجاؤں اُب بچہ مارے جوکے گلابی ہوا جا رہا۔

میں نے ایک بارہ طریقے پر بھا قا کر آفریہ لکا سکھی روپی اور بیٹی پر بھا بھے پتے کے باوجود اتنا سونا اور گلابی کیوں ہے؟ اور ڈالنے والی اپنی کو صوم پیچے فرنٹے ہوتے تھیں اور ان لڑکتوں پر خدا کا سایہ ہوتا ہے اور پھر جب میں نے اسے ڈالنے کے پیچے کا سال ڈالنا تو جوئی راتی چنانچہ میں مرگیا تھا اور جس کی جلد بیکی گر اگر نے اگی تو ڈالنے پاپ کراپتے پیچے کو اپنی بیٹی۔ اس کے گاؤں سے اپنے گاؤں ملائے تھے جیسے بیکی جوپنی کا سارا رنگ دا ہے پیچے کے سارے منیں اچھے رہی ہے۔ اور جب پھر صرف بچھے تر ماچے جو ان ہوتے اور سکراتے ہوئے گلابی ہو گیا تھا۔ اور اب میں سچا تھا کہ ٹانپی کی وقت جو ہے اور سرت کا یہ گاپ بھی رہ جائے اور یہ اس پلٹنڈی کی کہاںے صرف جو ہوتے وقت ہی گلابی ہوئے اور ہر ہر من کے سر جھانے ہوئے پھول کی طرح ہوئیں اڑ جائے۔ "مرتے وقت تو سب رنگ اڑ جاتے ہیں۔" ڈالنے کیا تھا اور جو چک کر گئے ہوں اُنہاں جیسے اس نے پیچے کو روپوں کی جگہ آپ حیات پا رکھا ہے اور وہ ان فاقوں اور لی میں ساتھ اور جسم کی زیادتیں کے باوجود نہ رہے گا اور گلابی، ہے۔

بچہ باتیں کرنے کے لیے میں تیزی سے ٹیک کر سافر کے برادر آگی تو گھر میں پانی پھٹک اخراج اور سافر کر دیا۔ "بھی مجھے بھی پانی لہاڑا ہے۔" بھیل تو وہری ہی جاتی چاہی ہے۔

ڈالنے والی صوبی زندہ سے کھنی ہو درسافر نے پیچے کو کندھے پرے اس کر پانی پتے کے لیے اپنے ہاتھوں کا چوال نہیں۔ اور جب میں نے ٹھکر کر ہانپرے سے گلے چھترے کا علاحدا اپنی تو ڈالنے لی۔ "کیوں نہان سامنے کی کاموں تے" "وپا" کر لی۔ ہوکر بھی کی ہے اور اس کی سے کوئی کی رہوں وہ بھی ساندھ دے رہی ہے۔ گلگھی بھر لائی گئے۔

سافر نے ہاتھوں کا یہ لفڑی دیا اور دیا۔ "کیا بات یہ ہے کہ ٹھکرے پتے ہشمیں اور پیٹے کوہوں کا پانی پتے میں لٹک آتا ہے میں بھر گئی بھر لاؤ۔ اور۔"

"اور تمہاری یہ آگ بھی ماچھے لا۔" ڈالنے کا کاموں کے جھنڈ کی طرف جو ہتھے ہوئے کہا۔ اور بیرپی طرف اشارہ کر کے بولی "اسے چانے پینے کی لات ہے۔"

ساز کے چیزے پر کچھ لیا رہگ آگئے ہے اسے ایک اور کہانی لل گئی ہے۔ ایک لئے کی خاصیتی کے بعد اس نے ہمارے ہاتھوں سے بھر لے لیا۔ ہر دوں ہوں کی آوازی سست میں کر کے ایک طرف جانے لگ۔ پیاس کے پیچے ہوا کہا۔ ٹھرانے اسے دو کا چاہا گرد وہ اپنے کندھے پر سوہنچا تھا اور سکر کراں میں رکھتا باہم۔

ہم کا بخوبی کے جھنڈیں آگے چاہا۔ بھرلوں کر ہوں کی بیکھیاں چڑی تھیں جو خنک ہو کر جلا پھر میں ہی کی تھیں۔ ٹھانی ہوا بھی اگری سے تھکرا کر چھے بھکی توہہ کر دی۔ ساری ہدایتی کی چیزیں ہی بھی تھیں۔ تب ایک کارروائی والے ہائے کی کی ہے۔ ٹھانے کے گھریں جو کر پیٹھے ہوئے کہا۔ ہر ایک دم دنہ میں سخت ہوئی جیل اور گھری میں ہوند پہاڑا۔

کارروائی والے بھاگری چڑھی۔ ہوں کر شادی سے پہلے میں جا گئے اور اس کے باہرے کے ایک ٹھیکہ میں پوری پیچے گھاس کائے گیا۔ باہرے کے ہوں کے اور گھاس کی درگز گھاس اتنی گھان اور اونٹی تھی کہ میں مانگ چاہتے ہوئے بالکل نئی کی حالت میں اور ابھر دیکھنے کی آگے بی بی جو جھک کیا ہو جب میں کھٹک کے دھماں میں پہنچا تو اپاک کیس میں اونٹی ہوئی ہمری مراتی کوئی نہ ہجڑا۔ میں نے چھک کر سانتے دیکھا تو اسکی ہوئی ٹھانٹی تھی اور اس کی مراتی کو ہمری مراتی نے ہجڑا۔ قہوہ چوری پیچے گھاس کاٹ دی تھی، وہ بھی ہاک کی سیدھی میں نئی کی حالت میں ہو گئی جیل آئی تھی۔ کچھ ہر ہے رہنے کے بعد ہم ہوں نے ایک دھرے کی بخشش کیں اور میں پڑھ لیں۔ میں تو ٹھیر مکروہ یا گھر قاطینی اپنی پر ٹھنڈا کر سکیں اور اس کی پیچہ پر ٹھی ہوئی چادر کی جھولی میں گھاس کا کیک۔ اب اس کا کیک تو وہ بھی نہیں بھٹکا کرے کی لاؤش میں بھٹکا ہو چک جاتی۔ دارے ٹھوک کے میں نے اسے خاموش رہنے کیلئے اپنے دنیا کی گئی کوئی قومی نے جڑا کر اس کے دھنپ پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کو دم خاموش ہو گئی اور میں نے اپنی اپنی ٹھوک رہا جائیا۔ وہ گھان کیس میں فراب کا سانس بھاتا ہے اور جب مراتی اس نے کوئی کھلی بے قوانی اپھوں کو خند آ لگی ہے۔ ٹھانی اسی لیے میں نے کچھ ہے کچھ لیٹھا قاتھ کے ہوتاں پر ہاتھ رکھ دیا اور اس اپنے ہاتھ کو اس پر گھکے دھانقا ہیے پھول کے میں اٹھا چھوڑا ہے۔ بھٹھن ٹھانٹ نے گئے ہیا تھا اس کی رہنداں کی تھی اپاک ہوں رک گئی چھے رکارہ پر سے سون کھس اٹھا لیا جاتا ہے اور جب ہماری شادی ہوئی تو پہلے ہی رہنداں نے کارروائی والے ہائے کی لاؤش کر دی اور جب میں نے فصل اٹھانے کے بعد کا حصہ کر لیا اور فصل اپنی گھر روتہ رہتی ہی بات ہے۔ کہا صرف یہ تھا کہ جب بھی یہی چھوڑنا چاہتی ہے کہ ٹھکر دیتی۔ پہلے تو ٹھیر میں خانہ نے لگا تھا۔ لیکن اب اس جو چاہتا تھا اور وہ بھیج پہنچا ہے۔ اب کے بھی اس نے ہیری طرف کوئی اس اور اس سے دیکھا ہے اس کے ہاتھوں سے کافی کاپوارہ ہے ہاتے ہوئے گر کر لوٹ گیا ہے۔

نگہداڑے پر جم آگاہی نے اس کے کال جنمہ دیئے گھر اس کی آکسیں بھیگ کریں اور اس کو پہنچانے کے لیے اس نے پلٹ کر پہاڑ سے منڈا حاصل کیا۔ میں نے کہا "کاظم احمدی جواہر پتے ہے پرانے میں تجارتی پوچھنا رہی ہے"۔  
وہ بے اختیار رہی۔ اور اس کے گاؤں پر آنکھیں گئے تھے۔ اور فڑی سے اس کا پیچہ و سرخ ہوا تھا اور اس میں اس کو گلا۔ نگہداڑے بندھ پڑا تھا تو یہ کہہ دیتے ہے کہ وہ اپنی کسی دل کی وجہ سے مجھے گزرے ہوئے زمانے میں لے جاتی ہے۔ کبھی کبھی وہ بالکل ایک اس کی طرح سرما تھام لگتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اگلی ڈنڈا کا باہر بیہدہ اوس میں گل جاؤں اور اگلی پر لکھی ایسی رنگتے کی خوبیں گاؤں کی الگ جوانی سے متین جہالتی ہوئی گزرتے۔ ہمارے میے کی جوی کا فریباں یا حصیں۔ "جگل پہاڑی جوانی پی ہے اس بہاراں تا۔" اور یہے وہ دن یا آجاتے ہیں جب "پہاڑیں" کے مانے تھے جو کہ میں نے ان کی تھی تھی تھوڑی کی خوشی کی تھی اور وہ فرش کے دنخواب میں سے گزرتی ہوئی گاؤں کے سلسلہ کیتے ہیں اور ہم بھی سے شام کر دیتے ہیں۔

اسنام یا اوساری مرجیعی رہے یا لازماً حادثی پیدا ہو۔ گاؤں سے پیچے کا صرف بھی طریقہ ہے۔  
سازگاری بھر لایا اور دو اپلاں ہر آگ بھی رکھ لایا۔ پیچے کو کھٹکے ہوئے اس کا کڑا طلہ کرنے اور پچھلے میں سے اس کی جلدی کیسی کی ساری باتیں کہوئیں۔ اس میں تھوڑی تھی اور میں تم سے پہنچایا گلیں سامانیا تھا کہ کابنی پنا گذا۔ قابلِ تحریر  
ری اس اسافر میتھا اور بہرہ بہب میں نے گزرے ہوئے زمانے کو کابنی جی تو وہ دھوں پھوڑتے ہوئے اپلاں کی آگ کو زخمہ رکھ کے کے لیے اس میں پہنچیں ہوئے تھا۔ اس نے بھلوں کو چھے میں رکھ دیا اور یہاں گلیب سائیروہ نہ کرنا گلیب سائیروہ نہ کرنا زندگی روپے والی صورت کی ہی صورت نہ کر لیجے ترقیب یا اور بولا۔ "گزرے ہوئے زمانے کو کابنی شدہ گزراہا زمانہ میں پہنچنی پہنچنا۔ پہنچنی کوہے ہی چھے میں چھے ہی چھے جاتا ہے۔"

کوئی غصہ ہاتھ نہیں کھڑے ہو کر کبھی کوئی تھیجے خیر نہیں۔ کیونکہ خیر کھڑے ہو کر تو اُنکے پیشی کی کافر بالغ موت اور اسٹریف پڑھنے سے انسان سیدھا جنت میں جاتا ہے اور اگر جنت میں جاتا اتنا تھی آسان ہے تو مذہب نہ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ گزراہا زمانہ کوہنے کوہنے ہی جاتا ہے اسکا دے جاتا ہے کچھ کے بیسیں۔ بیسیں نگھے مانگی میں مانگی پھر تھیں صورت ہوئی اور بہرہ بھانے لے گا۔ اسے ایک چھتے نے کاٹ لیا تھا۔ قابلہ نے ایک کر چھتے کے لئے پرے چھتے نے کاٹا۔ اس کا جزا اگ ہو کی اور سروںی جملہ میں گزراہا کا اور اس کا عادھ بختی ہے اگر اور وہ اتنی میں مانگی بہرہ بھانیں گی۔

"کیا دے جاتا ہے گزراہا زمانہ؟" میں نے سفر سے ہے پھر۔

”کچھ نہ کہتا تو یہی جاتا ہے۔“ وہ اگر انہوں نے پڑھ لیتے تو اس کو سمجھو سے بھرے ہوئے چلے گئے  
میں ذال ہے۔“ اس کو ہے جاتا ہے اور اسیدہ اور اسکل اور اسٹریٹ۔“

کچھ دھیر میں پر کھوا لٹھرا یاد۔

”بات یہ ہے“ اس نے بڑے طبقے سے اور بھر سے بندھاں بخیار کرتے ہوئے کہ۔“ بات یہ ہے کہ کل اور آدمی میں صرف  
ایک لفڑی ہے۔ آدمی سونا مکان پہنچ لیں ہو گا۔“

”کل آدمی کے سوچا ہے۔“ کامرانے کھری میں سے چائے کی پتی لائے ہوئے کہ۔“ اسرا ایک کل اپنے اہم سے افر،  
کہتے ہے۔ جب ہم افر کو اپنے جانے کے تواریخ میں جاتا تھا۔ اور جب ہم اسے بہت بغل کرتے ہے اس کی دم وحدت  
تھے اور اس کے جسم میں لکڑیاں بھوتے تھے تو۔ وہ بیٹھا جاتا تھا اور پہلے سے ہونا یاد تھا کہ اب بھاولوں کی راہ پر  
کھوئی میں بھکنا ہو گا۔“ اس سے بھی زیاد سوچتا تھا۔“ کامرانے سری طرف اشارہ کیا اور پھر دزد دزد سے بٹنے لگی۔ مسلمانی  
خوب خوب ہند۔ یہ بھس نے چوتے کا سروچ کر لیا۔ خود قلی اور اس کے قریب آگیا اور میں اس کو گلاد۔  
چیاں اڑکی تھیں جو اس جگی جوں میں کھلے ہوئے تھے جن میں کھری، ہاتھ۔ سیاہ رنگ کے ہوں سوچے ہوئے جگر  
کے اور گردیجی ہو کر قیود کر رہے تھے ایک ستمیں کی بھری کھلی میں سے اُنکی جوںی بھاپ میں چائے کی ہوئیں کی بوشی تھی۔ اور جو میں  
پہنچوں کی تھیں ایک بھونی کھنی سے یا اور جو میں سے گمراہ کرن سے نکل گیا۔ مسلمان کل جوںی کھری کو ہے غور سے دیکھ رہا تھا۔  
”یہ کیا ہے؟“ اس نے بھی پھر۔

”سرہ ساری۔“ بچا۔ اور پھر ساری آنکھوں میں آنکھیں اور اس کا انتہا کرنے والی مسلمان دھناتی اے کھری  
میں بندگی اور جیون کی تکلیف کا شدید احساس ہے۔

”میں کاونڈ راسا؟“ سارے بھی پھر۔

”ماں کا ہے۔“ وہ بیلا اور پھر لڑائی کیا۔“ دن کی تھیں لگائے سرہ میں ماٹن ہو جاتا ہے۔“

”اُرے“ تم ایک دھنس دیے اور بچہ جیسے کیا۔

”میں نے دن ہی کوئی یاد نہ سرس۔“ کامرانے کی اور جاگیردار کے تکھت سے گھاس چانے جلی کی تھی۔“ کامرانے اور ساری یک ہاری  
اُر زور سے فٹے اور کامرانے کے ناق سے میں کھو چاہا۔ پھر کیا کرن خس کا اور من جیسے کیا۔ اور یہ کلیفت ہوتی ہے جب انسان اور

امیں صرف چیزیں کافی تھیں جو جاتے ہیں۔

خوب ہی بھر کر اس لیے کے بعد سارے اب کے چوتھوں سے تین ہوئی ایک گیند اٹھائی جس پر میں نے ریشم کے دھاکوں سے جالی کا لگائی تھی۔ ”یہ کہا ہے؟“

”کیلے گے؟“ یہ نے گیند بھین کر سارے ہے بھا۔

”کام کوں تے گیند کھیلا جائے تو یہاں ماٹھن ہو جاتی ہے۔“ سارے ہو۔

ورم بس دیتے۔ مگر یہ نے اپا اپک ایک تگی دکھلی تھی اور گیند کو زمین پر پھیک کر دیا۔ کام کوں تے اس کے پیچھے ایک دارے میں بھا گئے تھا۔ پھر تگی باہر اڑتی تو وہ بھی باہر بھا گا اور دوسرے تگ بھا گا۔ پھر تگی۔

سارے نے ہیری خرپی نہرے افسوسے آئیں کہ ایک گھوڑا سولی دھا کے کی تھی ہی پھری تھل کی بھیتھی جس کے دھانے پر تگی پڑھا۔ پھرنا پھننا ہوا تھا تکوئی کی تھیں چھپے اور دوسرک کی دال کی پھیان فرش سب کو کیا ایک کر کے دیکھا۔ پھر تگی افسوسے رکھ کر ہو۔ ”ابس بھی کہہ ہے تمہاری بیٹی؟“

”ہیر کی بیوی؟“ میں نے کہا۔

”کسان ہونا؟“

”ہا۔“

”تلک کہاں تھی؟“

میں خاتمیں رہتا۔ خاتمی رہتا۔ اپھا تھا۔ ہر انسان دیگی ہے اور دکھوں کو بالآخر اپھا تھیں۔ ہذا۔ اس نے بھسے میں اس تو کوڑا مطر کی طرف دیکھا۔

”اک گے۔“ ”وہاں ل۔

”کیوں؟“ سارے ہے پھا۔

”نکارنا دیکھا۔“ اپھا تھا۔ ”نہیں گی سے ہے ل۔

”پھر جا گے دارے کیا کہ قدم اس کی زمینی پر اگے ہوئے۔“ تھا کہ داہل اور حدر پر چکر کرہا۔ مسلکی گئی ہے وہی لے کیا۔

”جیں کا پھیپھو تھا، کم بلکہ“ سارے اپھی طرف سے سنجھی اور داہی کا خول توڑا۔ پھر اسدا تکر فوراً اپھی فشی کی تھا۔ جس میں

کر کے بنا کنوں کے چوں میں سے اور جل کو رکھنے۔

ہر جب سی کے دیواروں میں واط لے گئی چائے دی تو سفر کے ہجے پر ٹھیکی آگئی اور وہ جسے بہت پر بیان ہو کر بولا  
”بھی آ فرم کون جاہو حصہ کہاں جاتا ہے؟“

تکلیف برکات کنوں کے ہجڑ میں کھس آئی تھی اس لیے پھر گئی بھاگ بھاگ وہاں پہنچا اور بارے سانے چائے کے چالے کو کرائی  
کھوڑی کے لئے پہنچ گا۔ وہر بڑاں کھوڑی کے لئے پھر اپنے اور بدھتی سے اسے تم کھوڑی میں رکھا جوہل گئے تھے۔ سفر لئے  
اسے دلاسا درد باور دو، چب پاپ ایک صادقہ مدد شاگردی طرف سفر لئے گئے سے لگ کر رکھ گیا۔

اس وقت وہ سب ہمیری بھرپوری اور بیان میں اکا کا کا درختوں کے سارے ان کے قدوس سے لپے اور گئے تھے۔ چھوٹ کا خول  
ہے بنا کنوں سے ہجڑ پر آیا تھا اور جو اپنے اور میں میں بھرپوری تھی۔ پکنڈنی پر ایک گھوت اور ایک مرد جاہد ہے تھے۔ گھوت کے  
سر پر بچوں کو مرد نے گھر میں بھولی کا ایک ہمراہ تھا کہ اسے پیچھے پر اخراج کر دیتا۔ وہ دو ٹوپ باغی کرتے چارے ہے تھے۔ اور  
اپا ایک بنا کنوں کی بھکھوں پر کی نے تھا کہ ایک ہمراہ بھولی کا۔ جو ہمیری کی آذان پہاڑیوں پر چھپے ہوئیں، اکیاں لگاتے ہوئے  
آس پاس آن گرے۔ چیزیں بھتی گیوں کی طرح خدا میں بھرگیں اور بھر طرف نہ چھاگیا۔

سفر جو اپنے سال کے جواب کے انتار میں اسی چالے کوئیں بھی نہیں لے جائیں تھا اسی قابوی طرف ہمیری طرف نہ چھاگیا۔ اور  
میں نے اس کے دوسرے سال کا جواب دیا۔ باہم بھلکا چڑی ہوں ہو چکا ہے۔

”اور ٹھرے پر کون مجھ پہاڑے؟“ سفر نے سیمیگی سے پہاڑ۔

”چیزیں ایک کر لیتی تو اس پر مجھت سکتی ہیں۔“ اس طرف نے جواب دی۔ ”ٹھرے اور جزوی ہمیری حصہ کی چیزیاں ہے تھیں۔“ اور آ فرج ڈیا ہی تھے۔  
”پاٹے چکی۔“ میں نے کہا۔ ہاتھ خواہ کو ایک ایسا رخچا کر دیا تھی جب جیزے لگا ہاتھ پر ہی اور کنپیں میں فتحی  
سے گل اٹھتی ہی۔

”وہاٹے چینے کا“ گئی کہاں طرف چیزے کہلائی سمجھتی ہے۔ ”ہر دو ٹھیک کوئی اپنے یہاں میں سے چائے پہنچ لے گا۔“

”کہیں کہاں ہاتا ہے؟“ سفر اپنی ہست پر بدھڑ کر تھا۔

واط بیری طرف رکھنے گی۔ چھوٹ پر ٹھرے کے مطے کے بعد اس کی وہ سکراہت بھی تاہب جو بھی تھی جو اس کے لہوں کے  
گبرے گھوٹ میں بھٹک دیتی تھی۔ وہ نہایت سیکھی سے بولتی تھاتے کہوں بھی صاف صاف کیا تم پوری کر کے اڑ رہے ہوئے کیا کوئی

ڈاکنہ اسی بہت سے کم نے کمی کا بچکنیں یا زانوں کو بھی خطرناک۔ بہت سے پھرائے کیں ہو یا کیں نہیں تھے کہ جا گیرا درود  
لے تم سے زندگی میں ہے اور کاؤں سے کمال رہا ہے۔ اور اب تم اپنے کام جاری ہے۔ تمہارے کھنچے پر فوج ناچڑھ  
گیا ہے بھٹک دا سے۔

میں نے فون کو بھٹک دیا اور چالے لیں کہ طیناں سے بولا۔ ”بات یہ ہے بھائی“ اور بھر میں صدیق کی طرف رکھ کر پڑھا۔

”بات یہ ہے کہ یہ بھی ہے: ”میں شام کی آبادی میں آتی چاہا ہے۔“

لیکن اس روڈ تک فاطمی خدا کو کرجان رہ گیا۔ عکلی باری میں نے اس کی بھروسے کو درجن انہیں لکھی۔ وہ زندگی سے  
بے لئے لگی۔ اور کھاتے کھاتے کیں ہو چکے کیں گی؟ چار راتیں ویرانے میں گزرویں اور آن آبادی کی بھٹکی کی ورنہ حادثہ۔  
وہ آبادی میں ہمارا بھیٹھا ہے کہ پلک پھرائے کے گاہ، شریعت کھول دے؟ لیکا۔“

اس نے کھلی کوئی جھکاہ سے کرنا یا اس کی خونی سے محنت برپا کر لگی۔ بہرہ، قاتل یا اور بر کر لی۔ بات یہ ہے بجا  
کہ تم بہت اگی ہیں۔ تصور ہے تھا کہ تم جا گیرا در کے جن کھوس میں الی چلاتے ہیں ان کی پیوں اور کا ایک چھوٹی صدمیں ۵  
ہے اس کی ایک چھوٹی میں سے کی نہ رانے چل کرنے چلتے ہیں۔ اب اس کے کذانے سے بھی دھوکہ آتا ہے اس نے چند  
سرپھروں سے مل کر شور پایا اور تم اپنی پیوں اور کا آواح صلیبی گے۔ اس نے اپنی ماٹھ تاپر ”اس کی آنکھیں اپاٹک پلک  
انگیں“ پر ٹکرے پر چھپے کے لیے سب چیزوں کا ایک بھی خردی ہے اور یہ تھکل چار پانچ سو رہے۔ جا گیرا در کے کام میں اس  
کی بھک پڑی تو اسے بخایا گی اور کاؤں سے بھی کمال دیا۔ اس کے دھماکی زخوں سے پوری تھی کہ بھتال میں چڑے ہیں۔ اور تم  
چاروں سے مل کر بے تھیں اگر بھی اس پڑے ہمارے۔ پچھے پچھے اور مہماں جاتے تو تم اسے اخراجیتی اور بھرپور ادھڑے  
ہو جاتے ہیں۔ اس کو وہ بچی ہے کہ زخمی کھنکیں آتا ہو مگن بخیں میں اتری ہوئی ہے۔ زور سے فتحہ پلیاں پکا کر چھوڑ دیا ہے۔  
سب عن رشید دار جا گیرا در کے حواریں۔ تم سے مددی کرتے ہو پچھے بھی اور کاؤں سے بھی لفڑے۔ وہ کہا ہے کہ خدا کی زمین  
تلگ نہیں۔ میں کھلی ہوں کہ جا گیرا در کی زمین تو تلگ ہے۔ اور خدا کی ساری زمین آئی جا گیرا در کی زمین ہے۔ مگر تم کہاں جا کر سر  
پہلویں گے؟ جوڑا ہار کیا کہ پلٹ بھٹکیں اپنے اکاپنے دوں زمین پر پکا ہے اسی میں ہو رکھ ہے پورے ہے کہ اس ایک جوڑی پر ہے  
اور۔

”اے قابل“ میں نے اسے ٹایہ مکمل ہار گمرا کا اور اس نے بیری آنکھوں میں آنکھیں گداریں لے چکڑا لایے گزرے۔

ہوئے زمانے کی طرف صحیت لے گئی اور میں نے سفارتی پروپری کے بغیر اس کے بالوں پر ہاتھ پھینگتے ہوئے نہایت نری سے کہا۔  
”کابل کے میں ہاتا ہوں تم چاہئے نہیں تو۔“

فاطمہ نے ایک بھی سماں میں یاد رکھی کہ کل پہنچائی اور یا یا کوہم بر نے گی۔

میں نے ہماری کی باقیت ہر دن اور آنٹی کہا۔ جاتا ہوں کہ ان بھلوں اور پیاروں سے پہنچے ہم رے لیے تو اُن کے سماں  
اور کوئی بھی نہ پکھ کر کہاں بھی بھیجاوں گا۔ معافی مانگنے کی ذات بھکات ہوں اور معافی کے بھکات ہوں تو اکباڑا ہوں۔ ہم رے  
ساتھی پہنچال سے ٹیکر لیتے ہی تو کچھے ہوں گے پہنچا رے۔ ان کی بھکوں اور بھاہوں کے ٹوٹے کی آواز بخوبی میں لے سکی ہے۔ اور  
کہ اُن کی کوئی بھلی بھلی اس ان پہنچاتا ہوں میں بھکی ہو سکتی۔ بھوڑے سے گر جا گیرا درکی کھوچی کوئی تو پہنچاں کی کرچیاں سمجھے  
جاؤ گی جسیں ذات کے گھرے ہیں۔“

سافر ٹھیک ہوئے جا رہا تھا۔ اور چیزوں نے پھر سے غل پا رہا تھا۔ پھر ایک اور آنٹی کے مقابلہ میں پکھنے دیا تھا۔  
فاطمہ نے ہمار کھری میں ہامہ درختی تھی۔ سافر نے ہماری طرف نہایت آزماگی سے دیکھا اور جو لا آنٹ کل میں جہاں بھی کہا  
ہوں پہنچے ہماروں کو جھوٹ سے ٹکلا جا رہا ہے۔ جبکہ بھلی بھلی ہیں نہیں ہمارے بھر خود کے طبقے ہیں اور ہماروں کی بھلوں کی  
عصیتیں ہیں۔ تم لوگ اپنی طاقت کا اعماز ڈالنے کے لیے ہمارے سیدان میں کوچڑھے ہو۔ شیر بھی اپنے ٹھان پر ہونے کر چکپا رہا ہے۔ اور ہم  
زینداروں سے ہمارا ہمین پوری کی کھنی تو ہمارے سیں میں بھکی نہیں اور ہاؤں کا ہمہ رہے۔ لیکن یا انکی کھری کی باتیں بھکی۔ بھکی  
کھکی کی دوسرے گاؤں میں جھیں زمینیں جائے گی۔ زینداروں کوئے ہماروں کی خردت ہے پر اُن کی جگہ۔“  
”شرم بھی آئی۔“ کابل چاہا۔

سافر ہمراسا گیا اور ہم رے تھی میں آئی کہ کھری ٹھاکر قاطر کے سر دے رہا ہے۔ اس نے سارے گاؤں ادا ناقا ہیجے، وہ کوئی  
بھی بے اوصاہی کا چھوپے۔ ہمارے اسی پر اتفاقیں لکھ رہیں ہیں اگریں ابھی خاصی کھوچ رہی ہیں کہ جس کوئی ہم رے کرے تھے تم اور اب اسی کی بنی  
باتوں پر اچھے ایسی نئے سے اٹھ کر رہا ہے اگر وہ اپنے بھلی کی ”تینی خاک چاٹ اُن لوگوں گی کہ کسی ہمارے ہمیں کا حق نہیں ہوا ہوں  
گی۔“ تینی بھلی تو زینداروں نے ٹکلا ہے۔ ہمہ اپنے دکھی ہنے ہوئے ہیں اور قسمت کو کہا ہے جس اور ہمیں ہے جس اور ہم اس کا  
کیوں خیال نہ کریں جن کے گھر جوے ہیں جن کی بھلی ہوں اور بھلوں۔ ”کابل کا گوارنچہ کیا اس کی آنکھیں بھکے گئیں۔“ نئے  
کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرناہوں کی جیسیں اس لیے اس کے پھلوں کے اس پاس اسہر تی ہوئی تھیں جسی سرخ تھی۔ یوں مسلم ہوا تھا۔

بے کام کا اس کی آنکھوں میں خون آ رہا ہے۔ میرا بھی ان آنسوؤں کو لپی کر رہی تھیں مگر کہاں کا سے بینا ہے ازت سے تو اپنی لئے ہوئے حوار ہوں کوئی کہ کر کے جائیں گے اپنے مانگے گئیں مجھنے لے ازت کے بیہت لے۔ اور اگر بیانی دس کا کام ہے تو آسان سے لے لے کھوؤں کے ازت کا مختار ہے تو میرا اس کی سیدھی میں چلتا جائے۔ میں مرتے جانکے اس کا ساتھ دوں کی اس کے بعد کی خرچا جانے۔ اس نے گھری اپنے سر پر رکھ لی اور بولی "چلا گھنی۔" میرا نے وہ پگڑی خلی پر جو بن کھڑے ہوئے ہے کو پکڑا۔ "چلا ہے چرانا۔"

سازی ساری اگیں ہم نے صوری۔ قاتل کے جو دوں نے اس کا رنگ فل کر دیا تو اس پر بھی ہے، اس ساری کہاں جوں کو ایک دو کھو بیٹھا جاؤں لے جوں سے اس کے ارجحیت کی جسیں۔ بگرا بتو بھے بے ہم میں اسے ایک اور کہاں لیں گئی۔ "چرانا" وہ جو ان کو کر رہا ہے "بچ کا نام چرانا ہے؟"

سازی اس سصمیں جوست لے قاتل کی اونچی جھک دیا۔ وہ بیٹھے اگلی اور بولی "زیارتی ہم ہے بھائی جو ان کوں ہوتے ہوئے؟" "جی ان کاں ہو رہا ہوں۔" سافر پیچے کو کہوں کے جھنڈی کی طرف آتا کہہ رہا تھا۔ "میں تو خوش ہواں ہوں۔ بہت خوب ادا نام ہے۔" بیبا اپنی ہے۔ قیصل کے پھوپھوں کے ہم ایسے یہ ہوئے چاہئیں۔ خادم اور حکم حرم کے دوسوں سے جو دلی اور کھتری پڑھا اوتھی ہے۔ چند غصے میں روشنی ہے اور گری ہے اور خوبصورتی ہے۔ چراغ ہذا پورا نام ہے۔ "اس نے اس پیچے کو فھا کر اپنے کندھے پر بخالیا۔" "اپنا جہاد نام چرانا ہے؟"

چراغ واب ملک اپنے جذبات کو ہاتھوں کی پیچی سے سنبھالے ہوئے قرار دیا۔ اکی اونچی اٹکی تھی ایسے پوارے پوارے رنگ قشر۔ سوکر بیٹھی اپنی جوز اعلیٰ تھی جرام زردی۔

قاتل حرب میوں بیٹھنے لگی۔

میں نے چراغ اکسل دیجئے ہوئے کہا۔ "نکھروں بھل لیکے بزرگی بزرگ ہے۔ میں مادھے میں سمجھوں تکپیں بھیں گی۔" سافر بولا۔ "میں یہ ساری تکلیف چراغ کے لیے بیٹھ کر لوں گا ایک پاری میں۔ میں کہاں ہاں بھی چلتا ہوں اور تکلیف بھی کہتا ہوں۔ اکی تکلیف چاہئیں؟"

بیٹھنے ائے ہاتھوں سے آنسو بیٹھنے لے چھڑا۔ اپنی سرخ ٹکڑے کا کلہ رہا تھا۔

اور جب ہم کہاں کے اس بھٹک سے لگاؤ گئے ہیما معلوم ہوا ہیسے میں اپنا اٹکی کا کم کر دھا پھر جوڑ رہا ہوں۔ اس وقت سونت

نے بھل کی سُلپر آئی تھی۔ مغرب کی طرف بچک جانے کی وجہ سے، اپنی ساری شعایمیں بھل میں اٹھنیا ہوا گھوس ہو رہا تھا اور یہ سے ان اب صرف بھل کی چکتی سے روشنی حاصل کر رہا تھا میں وہ پتے لگائے سارے کہاں کارئے ہیں۔ اس کے ماں اپنے جہاں ہمکاری کی کہاں بھروسے دوستوں کی کہاں بھروسے ہے اور کہاں پڑھے سے اس کی بھکر مر جاتی ہے؟

میں نے اسے فوراً سے دیکھا۔ وہ طرف کے پیچے پیچے جا رہا تھا اور اس کے کافلوں پر والوں کے سیاہ گھومنگوں کو حرب نے سمجھی کر دیا تھا۔ اور جو اس کو ہدوں ہاتھوں سے اس کے بالوں کو بھکرے ہوئے تھا اور وہ اس سے کہہتا تھا ”تم جو اسی موسم روشنی ہوتے تو تم اگری اور سن ہوں گے“ وہ بھل سے پہنچے ہے اس سیاحوںی سمجھوئی وحدت سے بھی پہنچے ہے ان پیاروں سے بھی پہنچے ہے ایک اتنی ہے اسے مستحق کہنے پڑتے ہیں اس سخن کو تھماری توہینی اور تھماری اگری اور تھماری سے سن کی خود روت ہے۔ وہ تھماری رکھ دیکھ رہا ہے بھی ”کچھے“ کچھے ”چڑھا“

چڑھا سکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”توہاں ایسے کاؤں ہی جہاں سختیوں میں گھومنگوں کی بامی ہو جوں سے لدی رہتی ہے۔“

”توہاں لوگ وہاں ہوتی کھاتے ہیں بے چارے“ وہ طرف نے بلکہ کریب پھراہا۔ ”گھری کوہوں ہاتھوں سے بھکر کر زندگی سے پہنچنے گی۔ اس کی سمجھوئی باہوں پر سے اٹھلی آئی سختیں سرکر کر کاں کے کدوں پر آگئی۔ اور بھاں نے ایک چمٹانی کے پاہال میں دکا دے دیا جہاں وہ گھومنگوں میں پھر رکھ کر اسے سختی تھی تو اس کا پیچے چلنے کے سے رنگ کا بازو رکھلی کی طرح پھر دے دیتا تھا۔ وہ جب وہ گھومنگوں کا ایک سر اپھون کر رکھ کر باہرے کے لئے بے پوہنچ میں راہ رہتی تھی اور جوں چڑھاں توہاں وہ وہ کھرچاں چھیڑ دے کیتی تھی۔ اسی چاہتا تھا جو جزا کو باوجے کا ایک ساہ دے دیں اور ان سے کہوں کہ کم کٹھا ادا کے نہ لالا کردہ تریف نہ۔ اور باہرے کے سے جواب کے سمجھوئی باہوں کے بڑھ لئے ہیں کم از کم ایک ایک سینے کے لیے تو جھیں کاٹیں جوں گے اور میں شرات سے کہتا تھا ”بلوہنیک ہے جو چھوں کو کھا جاوے کا ایک ایک ساہ دے دیاتم نے یہ بے چارے چے ہے؟“ وہ پہنچنے پہنچنے زینی پر بولتی ہو اس کی آنکھیں بارے بھی کے بھیگ جاتیں۔ وہ اپنے پیٹ اور کھلیوں کوہاں اور خشق جاتی۔ اس کا رنگ گلابی ہو جاتا اور پھر پلاپنے لگتا اور وہ زیادی سخن سے کہ پاتی؟ اچھا وہ چے اور مسلکاے کم لکھاں توہماں بے ہوتے ہوئے۔“

اس وقت بھی اس کا بازو بھیجے ایک کردا ایک شعاع ایک کردا مسلم اور اور وہ بھتی ہوئی بھل کا ایک حصہ مسلم ہونے کی وجہ سے اس پلٹی بھل میں سے ایک بڑھ کر پیدا ہوئی پر آگی ہے اور اب وہ بھل کی طرف بھیجا رہا ہے۔

”وہاں پر ہی“ سختی توہین کو اس سمجھوئی میں بھی نہ سمجھوں جہاں گھومنگوں کی جگہ سوتی چاہے توں۔ اور بھر بھنگی۔

اور سفر نے پاٹ کر بیری طرف ہوں ایکھا یہی بیری جو ہی نے اس کے سڑ پر تھا جو اور اپنے اس سے ماری کیا تھا اس مگنیل  
جی اس کی ساری تھیں مسلسل اسیں۔ میں جواب میں سکرہ رہا تو اس نے تھرا کر چڑھا کر اس کے کندھے پر ختم کرنے جانے کا  
”بیرا مطلب“ اپنی قاتا کر سختیں بیرا تھا انگلی پنجی اس کا ہے۔ تم تو وہت کے رہنے میں بچتے ہوئے تھے جیسا کے بہاؤ میں  
کمرے ہوئے انگل کے بچتے ہوئے ہیں۔ تھیں اپنے آپ پر کوئی تھیا تھا انگلی تھیں تم سب میں اس ہیں۔ اب دیکھو جسیں  
جا گیو اور نے ان تھیوں سے کمال یا ہے جن کی میڈا جوں سے اب تک تھا رے ہے اپ۔ اس کے خون پیچے کی ہم کا رکھ دیتی ہے۔ جس  
تھا رے گئے تھیں اور تھا ری اسیوں کے پھر بکھرے ہوئے ہیں۔ اور میڈا کو تھیں ان تھیوں سے ٹالنے کا تھا اس لے  
کر تھیوں کے زدائے میں اس کے کسی جو رگ نے کسی ٹھاڑی شیر اور کی پیاس بھاری ہو گئی یا اگر جو کے زدائے میں اس نے  
گورنی آمد پر کیوں میں شاباف بچا کر رہوں طرف ہے۔ تھیز جوں کو ملائی کے لئے جوایا ہو گا اور یا انھوں پا ہو گا۔ یا تھا دپاری  
کے زدائے میں قوم سے بناوٹ کی ہو گئی اور ہڈائے میں یہ مر جائے طے جوں گے۔ یا اب ایک رانچ میں اس نے کسی لینڈر کی ہدھڑی  
سازنے تھیک کر ایک طرف دیکھا چاہا کوئنھے ہے۔ یہ سے اسرا ریا ایک جہاڑی کے پاس گیا اور مجھت کر جیسے اس کی  
کوئی بھی وقوع نہیں۔ وہ بچوں کی طرح کوکھتا ہوا ایسا سر چڑھ کے پاس آ کر تھیوں کے ملن پڑھ کیا ”تھیاں چوڑخ تھیاں، اسکی دا  
سر چوڑخ۔“ تھیت پوچھ کیا تھا اس بھی ہیں۔ ”دشمن تھوڑے ہی۔ یہاں۔“

چے اس نہ سے بخوبی کے بھاں، بھاں اس کے جھر سے پورے رنگ آ گیا تھا یہی۔ ”وہ دن تھیں کھاڑا ہے اور دشمن دیکھ رہا ہے۔  
اں دھنٹ کا طریکہ دھنڈ کر دیکھ رہی تھی۔

”بھل بھلی۔“ سفر نے چوڑخ کو کندھے پر بٹھا کر جھسے کیا۔  
”بھل اسیں نے قابل کیا راگرہ؟“ تھیوں پر ہاتھ کا سایا کے کھیں دھنڈ کر دیکھ رہی تھی۔  
”سازنے کو کہنے ہی کا تھا کہ قابل چوڑخی“ دیکھو دیکھا۔

”بھل بھل کی طرف۔ یکھنے لگے۔“  
”قابل چوڑلی ری۔“ یہ سمجھی ہے ایکس کی چاپ ہے۔“  
ہم نے دیکھا کہ سکل کی اسٹپ پر آگ کو گردھلہ لے بھاوار یا تھا اور سرخ اس فہر میں ہانے کی پرانی تھانی کی طرح ہے بھان۔“  
پہلو، تھا۔ یہ غبار پاندھ جوڑھا تھا اور قرب اپ رہا تھا اور ساتھی یہیں گلڈنڈی بھکل رہی تھی ذہری جوڑک رہی تھی اور فہر میں سے پھان۔

بودا، اور ہمارا شیخ ہوتا چاہا تھا۔ اس فہریں سے کہت پھر نہ ہے تھے اور ان کی دوست اسرتی کرنے سے کہا تو کم سب سے ملائی تھیہ  
ابدا پڑتی تھا تھا۔ میں نے ناطر کی طرف بکھارا، وہی بڑا قول کر ان شہروں کا کام لینے لگی۔ چراغ کی سُنی (ٹھلی) ہو گئی اور جھونوں  
کے سرنا اور بزرپر صاف لکھ کے کاروں میں ایک گلے گئے تھے۔ صاف کا منکلا قاتا اور پیور، قل قل۔  
”یہ کون ہی؟“ اس نے بھی پھان۔

”چالے کون ہی؟“ میں نے جواب دیا۔

”زور اتے جی، میر کون ہی؟“ کامل شہزادی کی طرح ہوئے۔

پھر اپا ایک دوسری شدت سے چالی کریں لے آئیں تھے اس کی آئی خیر و حکما، والدکن سُنی تھی: ”ہماری ہے۔“ وہ چالی کے لئے  
کے بعد، وہ ہماری زور سے چالی۔ ”ہماری ہے۔“ اور میں اس سے اس پاگل بیٹی کی وجہ پر پھٹے ہی والا تھا کہ وہ ایک بار پھر اکتی ”ہماری  
ہے۔“

گرد ہماری میں سے بندھو ہوا شہر بالکل واضح ہو گیا۔ ایک آواز آئی

”زمیں کس کی ہے؟“

اور میں ناطر سے مل کر چلا یا ”ہماری ہے۔“

اور ناطر گھنومی کو سری طرف سچک کر گڈا ڈھاں پر دیا اون کی طرح بھاگتے گئی ناطر میں گھنومی کو ساز کے پاس رکھ کر ناطر کے  
بیچھے بھاگتے کا اور چانٹ میں کو ساز کے کندھے پر سے از اہر سیرے بیچھے بھاگتے کا۔ ”ہماری ہے۔“ وہ بھی ہمارے ساتھ چلا یا۔  
ایک لذت ہاتھا ہجوم تھا۔ لوگوں کے ہاتھوں میں کوئی نہیں اور پچاڑ کے اور دوسرے ہجوم اور کوئوں پر قل قلعے ان کی آگوں میں  
آگ اور چوریں پر گلاب تھے۔ وہ گلبل میں سے لفٹتے ہوئے معلوم ہوتے تھے، بیچھے گلبل نے پھر اور کوئی ٹھیاں ٹھیاں کو جتاب  
کی صورت میں دھرتی پر لٹا لیا۔ یا تو اور پہ جاتا گلبل کے اس نے کوئا دھرتی پر بھیجنے کے لئے اپنی پڑا احتراں سب سے آگے  
مرتھی تھیں ان کے بیچھے دیوان تھے، کہیں کہیں بڑا تھے گلبل اخرا جاتے تھے جو اپنی سنبھال از جھوں کے باوجود جو اون کی قیمت، ہماری  
کام ساختہ رہے تھے۔ ان کے پیوس اور سکھیوں پر بیچھے کے سوتی تھے، اونگوں پر گردبھری تھی اور اس کا باقی ماگھے کے جھائے  
بیچھے لٹکا تھا۔ ہر لی کا آپ کر کے خدا چارے پر ہاتھیں اپ قول نہ تھا۔ گیلوں کے موجوں کے سوچوں کے اجر گھنی کرنے کے بعد خود ہول  
چاٹھے سے اواب اکار کر رہے تھے۔ ایک دیوان اکر جاتا تھا۔ ”زمیں کس کی ہے؟“ اور سمل کر اپنے ال اور دوسرے ہجوم اور کمر پر

اور کوئی اپنے اضافت نہ کر سکتے تھے اور کہ زبان بخوبی کو رکھا تھا تھے: "ماری ہے۔" اور یہ ان تاثقی یا والد طرف اے بھرتی ہوئی تکلی  
جانی تھی اور پھر هر لئی کی ملکہ ہیں پھر ہیں جس سے ہوتی ہوئی تھیں۔

اور جب فاطمہ وہ میں سورچہ اس ہجوم کے قرب پہنچتا ان کے فروں میں زیادہ جوش ازیادہ تکمیل اور زیادہ صحت آگئی۔ یہ  
غرضے میں ہمارا تعارف تھے۔ کہاں نے کہاں کو پہنچان لایا تھا اور جب فاطمہ وہ توں کے ہجوم میں مل گئی اور میں پھر ہیں جس کو  
یہ لوگوں میں دیانتے تو جو لوگوں میں آگئا تو ایک گستاخ شروع ہو چکا تھا۔ لہر جب پہ گستاخ ہوا تو ہم مسلم کے قرب سے گزر رہے  
تھے۔

وہ پھر خدا یہیں چکر کھرا تھا۔ اس کا پھر وہ تھا اس کی بخش کے کاروں پر تھوکن کے پہاڑی طرح پختے ہے  
تھے۔ اس نے فاطمی گھوٹی کو ایک ہاتھ میں اخیر کھا تھا اور یہیں خود گئی میں ہمارے فروں کے جواب میں اس کے اپنے بھی بننے  
تھے۔ لہر جب ہم کاملی وہ قل آئے اور مجھے بیکوں کا ہمنڈی گی خدا نے ٹک ٹک میں نے پلت کر دیکھا کہ مسلم آئتا ہے۔ پھر چاہتا ہوا  
ہجوم کے فریضے میں مل گیا ہے۔  
ایسا چکر چانٹ کا خیال آیا۔ اس ہجوم میں اس کے پلچھے جانے کے خیال نے بھی خواس باعث کر دیا اور پک کر ہجوم سے باہر  
گیا۔

اور میں نے دیکھا کہ چار اسپ سے آگئے ہمتوں سے بھی آگئے ہاں کل ایک سپاہی کے ٹھاٹ سے اکٹھا کر گلی رہا ہے اور  
غرضے کا جواب دیتے ہوئے اپنا بازار والہ اکر ہوا میں پہنچا دیا ہے۔ اور اگر چہہ ہمارے گلیاں اس کے سارے ہم مطہاری میں پھیل گئیں  
وہیں پہنچا کر اپنا بازار ہے اور اس کا قلی کی رسالی کر رہا ہے جو اور ہے وہ اس کو پہنچے پہنچا آیا تھا اور اس سرسری پھیلنے میں  
صلسل آگئے جو حصہ تھا جس کے اثری سرے پر تی گئی کی پامدی اور یہ سرخ کا سرخا ہے جو چوتھے کے سوتی تھے۔

فاطمہ نے شاید بھری خواس باٹھی کو پہنچانے لایا تھا اور جب میں واپس ہجوم میں مثالی ہے تو اس کی بے تھاوشی کی آواز  
آئی۔ اس آواز میں ایک پہاڑ پرچہ کا قمیسہ نگھنے دلخیل ہیں۔ وہ تکریہ ہے۔ وہ گھٹیاں پھینکتی ہیں۔



## رجبے مہاراجہ

میں اپنی بھروس کے بھیجے اتنی کی آنکھیں پھینکیں اور یہ پلے منہ میں ہے اور ہاتھوں نے اگے جوڑے ہے بھی ہی جما  
دی۔ کامِ شریروں نے مجھے اپنے برس کی بندے سے جوایا اور مجھے بیری کچھ سے خلا لئے کہ مجھے جوڑیں کر دیں کہم کھٹکا اسکی تہ  
چہرے پر ٹھکرے پکالا تھی۔ اب دوسرا بیری سے مانندہ آئے۔ وہاں کا 111 ائمہ پانچی کی سادت سمجھی ہے۔ اتنی کے جوڑے  
کی جھریاں کامیں بنیں گیں اور اخلاقی جوڑوں کی طرح پہنچے۔ وہ سنا تھا کہ ”کون جانا ہاتھے چاند پر؟“

اتھی اور تھیوں لا کے تھے تھے جوڑوں پر کھڑے ہے تھے۔ ان جوڑوں کو دعوں نے ایک دوسرے سے جو اکر کر کھا تو  
گردیدیاں تھیں۔ اسی پیغمبر علیٰ حسکی کو وہاں جو ایک دوسرے سے پا سالی صافا کر کر تھے۔ اتنیں تھیں کہ درمیان میں  
ہیں کھاس سے انسے ایک نیلے پر تھیں تھی۔ ۱۱۷۔ پہ صحنِ عالمی اور حالِ خلائق ہوا کہیں کسی کی ماتحت ہے۔ سے پہنچ ہے  
کے لئے وہیوں اعلیٰ تھیں جیسا کہ پہنچا تھا۔ اخیرِ خلیفہ ہوا جاؤ تو اسے بہت خوشی ہوتی۔ ”کون جانا ہاتھے چاند پر؟“ اس  
کی آواز میں جو طاپ کے ہادیوں میں بڑا طراری تھی۔ یہ مسلم وہنا تھیں۔ جعلی کے سب میں کوئی اوزجانِ محنت تھیں۔ ہبھت  
بچتا۔ اتنی اپنے ہوٹ باریت ہے۔

کی جس طریقے وہ تھے پر کھڑکوں کا ہے۔ وہ بہت اب سے مبتدا۔ ”جاہا تو شاید سب جانتے ہیں۔ میں اپر برداں میں قا۔ میں  
چاندی اور چاندنی کی اس گہری کوچالے کے خون کو جان کا۔ وہ بہر میں جائیں کہاں ہوں۔“

اتھی پہنچی۔ ”جاہیں کیتے ہو چکے ہو چاند پر کیسے؟“

خوف لے اپنے سر کے ٹھنڈی ہاں پر ہاتھ بھر کر کہا۔ میں جاؤں میں جاؤں کی اخشن کے پیڑا رہا کہ۔  
”کی فریبا۔“ کہا۔ سست کر خوف۔

اور خوف بے پوری سے ۲۰ چاکا۔ کسی نے ایک درجہ کا ہے میں نہ اس نے ۳۰ چاکا۔ میں جاؤں ہے اور ہے ضرورت۔ مدد  
جسے شوق سے مل گئی جاتے ہیں۔ مگر تھی مرجاتے ہیں۔ وہ کی گل کے اگر سے بھی بچا رہا ہے۔ اب تک یہ زیر انتہی انسانوں

نے لگا ہے کہ اگر کی ان کی اخوبی سے ایک جاندار بات اُن کی بھیجیں میں پہنچا اٹا کر وہ بہایت آسانی سے چادر پر بیٹھی سکتا ہے۔

"تم بنتے ہو۔" کی ترپ اخواں نے راکٹ ایجاد کیا ہے۔ یہ بھروسہ۔

وہ روپی جس کی بھروسی کا گوشت یہیں بیٹھ آیا تھا لا میں اس کا گواہ ہوں۔

استانی کی طرف متوجہ ہوئی تو طوف لے بدستورِ حشی خالیوں پر ہاتھ بھیر کر ملائی پٹھکی کی آواز پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "اُور ماں اس نے ذرے سے چشم بھگو لیا ہے۔ اور اگر تم نے اسے چادر پر جانے والے اُس کے ڈارڈ بھائی بھی بنے لگو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ڈارڈی زمین کو پورا کر دیجیں اسی پر احتیاط لے دے۔ یہی ہذا طوفاً چشم ہے ماں؟"

استانی نے اسی کو پکھاں طرح رکھا کہ وہ راکٹ کی ایک طرف رکا کر بال تھیوں کی طرف چڑھ کر ہو رہے تھے ایک گیند کو جھوٹی شیشہ دال کر سر جھکایا۔ اُوھ سے دل نے اچھی کی تباہی خون ہے ماں۔ بھکھڑا ہے صاف کردہ بے چارے کو۔

"میں بھل آ جیں ہوں جسیں مصالح کر لے کر تے۔" استانی نے بھاٹھ بھک کر کیا۔ جہاں میں میں کہیں بچے ہوئے ایک بھی بھول کی سکتی تھی بھروسی میں ہے اُن کے پزوں کی طرح اُوھر بھر کر گئی۔ "میں صدیوں سے دل کو مصالح کرتی آ رہی ہوں جو ٹھوں بھوں ہے جو تین کر گیا اور شہنشاہی میں چھڑا۔ تم لوگوں نے سب سے پہلی بھائی کی تھام نے ہری کے سمجھے سے سب پہنچ چکا کر اُدازہ سے جزءوں پر چلا کر اور میں جسیں مصالح کرتی چلی آتی۔ اور اب کی چادر پر جانا چاہتا ہے اور بھوکی! تم نے اُوہ دل نے مل کر مجھے بہت پر بیان کر دیا ہے۔ سب سے پہلی بچتے ہے ہمارے بھول کو۔ بچتے ہے تو صرف جی کچتے ہے کہ یہ تو بصورت ہے یا خالی رنگ ہے۔ بہت تجہار اُوہ بھول کی رکھیں گئیں ایسیں اپنے ہاتھ کی کھبروں سے تختی ہے لگے۔ گرم تھے پیٹ اُندر پا بھول کر بچتے ہوتے کہتے ہے تو میں اس لئے بڑا ہمایا لیتے ہو۔ اس کے سخوف اور عرض کو شیشے کی نیلوں میں دال کر اسے گری پہنچاتے ہو اور تیپھی کا لئے جو کس لفاظ اُلا بھائی اُنیٰ تھا رہے اُس اُلا بھائی میں لفاظ فتح کے اتنے اُلا بھائی اُس اُلا بھائی کے لفاظ میں اس اُلا۔"

"اس حتم کے بھل بھیں کچتے ہیں۔" طوف نے سر پر ملائی چالی۔

استانی کو گئی۔ جسیں دل دھوڑا تکی جو ہی مادت پڑ گئی ہے ہماری تھی لاؤ کوئی۔

"وہ روپی جلا۔" وہ بھکل صدی میں تم نے سب سے تھوں پر تو زدہ تھی میں۔"

کی زور کا تجہب دار کر دیا۔ یہ اچھا قاصطینہ ہو گیا بھائی۔

استانی بھی ہاگواری سے سکرانے لگی۔ سو یہ تین بدختوں کی مادھی۔ تم نے تو پھر ۱۹۷۳ء میں چکن ہوں آئیں یہ  
 میں تین لاٹے سے کام اسی ہوا شروع ہو۔ پھول کو پھول کو تارے کو تارا پاندھا چکنے  
 ”اوہ ان کو اس ان“ غلوف بولا۔ مگر ہماری استانی کے لئے کے مارے دیک گیا۔  
 ”ہاں یا یک سخول بات کی تم نے۔“ اس نے جبکہ غلوف کے سر پر ہائی محکمہ  
 ”تم نے یا مجھی ایسی بات کے سکھ لئی مدد ۲۰۰۰ روپے سب سے چاہیے ہوتی۔“ تو میں یہ کہدی گئی کہ میں ہاڑتی اس  
 روزہ روزہ کی وانتاں کاٹل سے۔ اب واپس اپنی گھامیں جاتی ہوں۔ چکنے سے پہلے اپنے پوری بچوں کو دیکھتا چاہتی ہوں جو ان  
 دیکھنے کا اپنے ہی ”گمراہی“ باتیں نہیں ہوتے۔  
 ”اوہ کی کے ڈالا گل گل کر مر رہے ہیں اور وہی کی تقدیب سمجھ کر ہاتھی اندازت ہو گئے ہیں۔ بھیجن کی وحدتی وحدتی  
 آنکھوں میں ایسی تھاری دہی کی امید کے چڑائیں بھیجھے پاتے ہیں۔“ غلوف جزا اداہی سے استانی کو کہتے ہیں۔  
 ”کمرے پوری ٹیکے!“ استانی کی آنکھیں یہی تھرائے لگتیں۔  
 ”انہیں بھی یہاں ہاں ہوں ہاں؟“ کمی نے چوکے کر کیا۔ ”ہم چاند پر جائیں گے تو وہاڑا پچھکاری کر لیں گے جو دے رہا ہوں  
 کی۔“  
 ”اوہ پہلے میں کیا پا کیں گے؟“ غلوف کے بڑھن پر جزا مختاری کی سکراحت نہ ہو رہی۔  
 ”تقدیب، اوہ کیا؟“ اوہ نے اپنی دوہری ٹھوڑی کوکاں میں پر کھانا کھانے کا ڈھنک دیا۔ مگر جو کہ لے کر  
 طرف اور اسی پیش کرنے کا سلسلہ بھی غلوف اُنہیں بھی اپنا آؤں ہو۔  
 ”اوہ میں چاند پر جائیں گے۔“ اسی پارہار چاند کی طرف رکھتا تھا۔  
 استانی نے جبکہ کرکی کوکان سے گوارا۔ پر میں پوچھتی ہوں جس کے پیچے اکر جیسے اسی سے چاند کا فلم کیوں مارے ڈالی ہے۔  
 استانی کی ناک کے پیچے یا آنسو کا یک موہا ساقطرہ جہا سے کی طرح بھی ابر کر جم گیا تھا۔ اپنی زینتی اور اپنے بھائیوں کے  
 ہارے میں بھی کچھ مسلم ہے کہ پوکا اسی اوہ کب سے ہی اُنہوں کوں ہیں۔  
 ”جیسیں ہاں اسیں ایسیں ہمیں ٹھنڈے جاتے۔“ تینوں ایک ساتھ ہے۔  
 اوہ بھرائی جزیرے سے دو دھنڈیں لپٹے ہوئے ایک پوری جزیرے پر سے ان گفت آوازیں آئیں۔ ”ہم بھی بھی جاتے

ہماری پھرایی ہوئی میں احمد تمہارے پرائے ہو رہی تھیں لیکن نہیں جانتے۔

استانی اور بخوبی کے گمراہ کو شرق میں ایک جزیرے کی طرف ہے۔ وہندہ بھلی تو انہوں نے دیکھا کہ کام لے لگنے والوں کا ایک انجمن بھی چالے چالے چار ہاتھی۔ ”اکتوبری نہیں جانتے میں اکتوبری صرف خدا جانتا ہے۔“

استانی کے بھروسے نے اٹک کر اس کی آنکھوں کو احباب لایا اور ہر کوئی کمرے کے بعد جو سلی جادہ رخا کشتری ہاں کے اس پرے کے پیغمبیر سے ۱۲۰۰ تے بہتر لفڑی اور پکتکا جواہری بھروسے کی واڑیوں میں بہتا ہے پہنچ کے کاروں پر دیکھنے والا ہموزی بھی بھل کیا۔ ”تریب آ جاؤ میرے سامنے طلنے چاہو۔“ اس کی صراحتی ہوئی آوار میں توں کے دکھنے اور صدیوں کے پرانے گدا، کہ احسان خاصت ”تریب آ جاؤ“ اس کی آوار میرے کے لئے اور کی طرح کا ہبڑی تھی۔

لگی نہ زندگی سے پہنچا اور دل کی طرف پلٹ کر دیا: ”اگر ان لوگوں کی ایک ٹھیک بنا لے تو کیا ہے دل؟“

”بہت اچھا ہے۔“ دل نے رانے کا ہر کی ”بڑی سچی آسودگی۔ سچے یعنی کھوڈنے کا لگنے صدیوں کا تجربہ ہے۔“

اور ہر کوئی کو دھن لے جنے کے پر سے آواری آگئی۔ ”ہمارے پاس کھنکیں نہیں میں اور ہم میں سے کوئی ایک کے پاؤں میں ہنڑیں نہیں۔ اور ہر اہم رانی بھی جزوں میں جہاں سے تمہاری آوار آرہی ہے اسے لے کر لے جائیں جو رنگ اور سل کی جہاں پر آدمیت کو اٹھانے لیں اور ہمارا پہنچ یہ پہنچ کے بہانے ہماری رگوں سے لے کر لے جائیں جو اور ہمارے ہاتھوں میں ہر بھلی چماک کر کھینچیں انہوں نے ہمارے ہاتھ کی قیمت ادا کر دی۔ ہم نہیں سے سون لیں گے میں اس کا تجارتی آوار پہنچ اور پہنچ پر سون کی شاخوں اور چاندی کی رونوں کی طرح حادثی ہے۔“

”میں پاؤں کو سرکب سے بنا لے؟“ کی نے آنکھیں پہنچاتے ہوئے پوچھا۔

”چاہو پہنچ کے خٹکتے ہو کر ملکی کا نہیں اور گدم اور حمان کی کھنکیں تو ضرر ہوں گی۔ کیوں میں؟“ دل نے مودہ بانہ سوال کیا۔  
ملوف جھا جھا۔ ”لیکن دل اپنے چیزیں تو اپنے اخلاق کو روپ دھاری بھی ہے۔“ وہ انسان جو بھتی اور بھتی کو ہمارا کرنے اگئی گے، پہنچ کے جھلوک اور کوئی کی کاوندی سے نہیں گے۔ اور ہر گدم اور حمان کی کھنکوں سے دھوڑا جھوٹ اور کسر پاٹانے اگئے جو نہیں گے۔ اور ہر جب یہیں جا گا جب یہیں جا گا تو اس ایک اور دل کیاں جا گیں گے؟ نہیں ایک بار ان دل کو نے اپنی طرف سے کھلی دی تھی کہ میں اس کی پھرایی میں پہنچے والا کچھیں انہوں۔ اور میں نے کیا تھا کہ تم انہوں مادرت کے اپنے پر اگئے اپنے اگھوئے ہو۔  
اور اپنے پلے میں ہمارا کھوئے سر جھا جاتے ہیں۔“

استانی نے پہلے بھی کام اور طوف کو کی کر لیا۔ تم تو ایک دن رے سے بہت اور جا پہنچے ہو کم بخوبی۔

اور پہلے جزو ہے ہے سے بہتی آؤں ایک کوہس میں نالی، سے دری تھیں۔ ”اوس کے قدر سے میں چاند کا گلہ چڑھتا ہے تو ہم سوچتے ہیں کہ چاند زمین پر آ رہا ہے۔ چاند قدر سے میں قید ہو گیا۔ لیکن چاند ہو یا قدرہ ان میں سے کسی کا وہ جو دشمن۔ یہ سب کفر کہ دھوکہ اور قصور کا فریب ہے۔ اصل میں سب کہو ہی بنے، یہ قدرہ ان کی تقدیر کے کرنے ہیں۔ جو اس کو پانے کا ہوا کھن جو جوں اور گرد وہیں پاندھوں کا آٹا ہوگا۔ جوں سے وہ جو گاؤں ہیں جیسے کہ جو اور جو اس کی قدرت اور قدرت کھداں بیجا کا کامت میں ایک دارے کی جیشیت رکتا ہے اور وہ سچ دھیجا کا کامت کا کوئی کام رکھسیں اور اسی لے اس کی قدرت اور قدرت کھداں پہنچوں میں ہے اور آ ساون میں ہے نہ ہو جو رنگ ہے اور کہن گئی تھیں ہے۔“

استانی بے اختیار رہنے لگی۔ ”یہ ہے بات لئے تو اسیں بکھریں چکرے ہیں۔“

”یہی ہے ماں۔“ طوف بولے۔ ”جیا کی تھر جان چکلے ہے کہ ان جوں سے ترقی کی نہم ملائیں گے میں گئی جو کسی کے ٹھوڑے پہنچ کر اپنے اپنے اپنے کاموں کا حصہ ہے۔“

کی بھروسہ ہے سبھی خدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور دل استانی سے کہ رہا تھا۔ ”میں نے تو ان کی طرف شخري بیجے تھا اور جانے لئے سے خداوند خدا۔“

”میں بات کیں نہیں کیتے دل۔“ طوف نے اسے دل کا۔ ”یہیں نہیں کیتے کرم نے جو بھی ہے جو انی سے کام لیتے ہے اور ان کی اجرت اس صورت میں ادا کرتے ہیں کہ انہیں پہنچ بندوں کو پالن کرنے کی اعزت ملکے تھے۔“

”تم جو بھی بھی باعث کرنے لے گے وہ طوف۔“ استانی نے طوف کو کہا۔

اور پہلے جزو ہے ہے بہری بیٹھے بھائیں صرف تھے اور چاند کی بھنڈ میں بھنس کر رہے کیا تھا اور زم بھا سے اونچ ہوئی تھیں میں بیڑا اسی ابھر دی تھی ایک فاختہ ان شاخوں میں بھیجی چھٹی ہو کر کہ دری تھی اسیں اس ایک کام اور چاند پر ضرور جا گئی گئی۔ ”کسی لے دلی صورت نہیں۔ دلی اپنی بھنھی نوٹے کا اور طوف اپنے ہاتھوں کو کھل کی طرح رہتے میں گاڑ کر رہا۔“ وہاں بھی کمال پہنچ گئی تھی۔“

کی رہتے پہنچا اس کا اور ہاتھوں میں ایک گولہ پھالتے ہوئے۔ ”ویکھا جائے گا۔“

”وہ ایک نہیں ہو گی۔“ دلی نے جو گاڑ پھلتے ہیں کہا۔ ”تھیں نہیں سے کام اور وہ کھو گئے کوئی نہ اچھا ہوا۔ اس کے پہنچ کا تھا۔“

کی پاہنچی اگرے سے پڑی پکڑ رہے کامیاب ہے۔

میکن کی لے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سنتی بھائے کا اکابر پلے اگرے سے ایک گولی آگئی۔ تو ساری کامات کا آقاب نہ کم جسے خلام ہیں انہم پر جتوں کے پھول بر ساد۔

پورست کا لکھ میں آتا ہے میں؟ ”خوف نے بڑے بھول پن سے پھردا۔ استنی آنوب پر جو کر سکتا ہے۔ چارہ باری کے قیچیے میں سے فل کر پڑنے والا دعوں میں چاندی کی بڑیاں ہی ہٹپتے لگتیں اور ایک قاتل کے پاس ہر کر بھی جو لوگ اکاس کی جزا کر جائے گی۔

استنی سر کو دلوں باخوس میں خانے دی جائے کیا اپنے کی جی اور خوف میں دیتے ہر ہر کر بھی گراہا قاتل کی اپنے اگرے کے سامنے پانچ ٹھوک کر دل کی طرف جوکا اور سے دل نے بھی اسکی قی رکت کی۔ دلوں نے ایک دوسرے سے کوئی رکشی کی اور بڑا دلوں ایک سما جانی اپنی کششوں میں اترے اور پوپ کی طرف روان ہو گئے۔

دلی اور کجی پوری بچوں کے الجہہ کو اپنی کششوں میں خلوٹ کر لے آئے اور انہیں ایک تڑاگی سے مددی لیلے ہے اور اکابر اپنے جزیروں کی طرف پڑے گئے۔ نکل جو گل پیچے اور تم عربیاں پیچے اور جار پیچے اندل میں ہاتھ اور پاؤں گاڑا گاڑا کر لیلے ہے ری گھنی کوٹھل کرنے لگے اور جب سب اپرنا گئے تو کہاں اور چاہوں سے سڑپیشی کی کوٹھل میں لگ گئے۔ چنانکہ دلی اور کی کوڑی اٹھب ہاک ہاہوں سے رکھ رہے ہے۔ کی ایسے بھی تھے جو دلی اور کی کی طرف ہائے خوف کے آنکھیں نہیں اٹھائے ہے۔ ان کے ہاہوں میں بھوے کے ٹھاٹے ٹھاٹے تھے پر جو دلی اور کی ہوتی تھی۔ ان کی کاہوں میں بھڑکیاں نے کامیں دال دی تھیں اور جو ہاں جو کسی محض کر دے لے ہے وہی والی تھیں ان کے خلوٹ اور پڑنے والوں میں بھی یہ سوت ہو کر ان کی رکھیں میں بدل بھی جسیں اور کبی کبی جو ہمیں تھیں۔

”جاڑا ٹھکری اور جڑی کے چھا کے سے لٹکا ہے۔“ اسکی نے دلی سے عالمانہ اداز میں کہا۔

”تم مجھے سمجھاتے ہو گئے؟ میں مجھے اور لے ٹھرا سکتا کر کہا۔

”کی نے زور کا قبضہ لگایا اور آگے جک کر دل کے ٹھوک پر جھوکا مارا۔“ معافی چاہتا ہوں اس تھارا پس تھارا لیٹھاں ہے۔“

”اور دلی اپنی ٹھکری کا گوشہ نہ پڑے۔“

خوف جواب تک جو ان کھڑا ہے سر پر سر برہا تو بھیرہا تھا تو دلوں سے غاثب ہوا۔ ”تھارے کپڑے کہاں گئے؟“

”جنہوں انہوں کو کہاں کھانا پہنچ دیتے ہیں اس کی کافی بھروسہ ہے اور جوں پر کامیگی  
تمیں اور اس کے گھول اس کی آنکھوں کی طرف امداد دینے ہوئے تھے تو اس کے اخواز میں پانچی ٹھیک اور اس کے ماتھے پر اپالا سا  
قد۔

دل نے کی سے سرگوشی کی ”اس لے الجون کھانا پہنچ دی بے کولا“

”تمہارے کپڑے کہاں چل چکے؟“ استانی ان کے سروں پر ہاری ہاری ہاتھ بھیر کر چھپ دی گئی۔

مگر اس چھوٹے سے طریقوں کے کچھ کپٹے سے پہنچی دلی بولا: ”بات یہ ہے ماں کہ ان کے پاس کچھیں کا کریں گیں تو اس لیے تم نے ان کے کپڑے اہار لے چکے۔“

”جب پر کرایہ ادا کر دیں گے ہاں مود سیست“ کی نے کہا ”تو ہم انہیں کپڑے دیجیں کر دیں گے۔ مسولی بات ہے۔ انہوں نے کام حاصل کرے۔“

ملوف نے جھری جھار کر کہا ”جیسیں شرم آئی چاہے۔“

”دلی ڈلا“ احمد امراض کوں خصراں کرہوں اور کری میں شرم گھانے کا قبول نہ رہتے۔ بدھ جوں ہے۔

”اور ہم نے کچیں ملٹی ٹکسیں بنا گئیں۔“ کی نے خدا کا اور ہمارہ پوری بیجان کی طرف پہاڑا ”ایک دوسرے میں سمجھ کر جانشو  
چاہیدہ درستی لگ جائے گی یا پہنچی میں کر جاؤ گے۔“

ملوف انکو کڑوا ہو کہا۔ ”جیسے ہی چاہے ملکوں متوکل ہو گئے ہمارے جوں نے تمہارے ہیں اور ہم سب انسان  
ہیں۔ یہاں دہاں جہاں تھی چاہے دھناتے ہم وہ۔ اور یاد رکھو کہ اگرے کے اتفاق میں ٹھرات ہے۔ اور دلی اور کی کی مادت  
میں واٹھ ہے کہ انسان دے کر گدم اور چاہل اڑیتے ہیں اور گدم اور چاہل دے کر انسان ٹھرتے ہیں۔ لیکن اڑیتے اور  
ٹھرتے ہیں تو میں اڑیتے اور ٹھرتے ہو رہا۔ ہماری ہماری اپنی ماں کو گھن لے گی ہار جاؤ ہو جا گے۔“

ملوف کی آڑکرنج کی صدیق ہو گئی تھی۔

استانی نے ہاتھ سے کہا ”ملوف ہیچے ایسی تھی کہ تم آئیں میں من ہو۔“ بھرے اس سخیہ پوچھنے کا لاماؤ کرو اور من  
جااؤ تمہاتھات پر الجھپٹے ہو تو کامیں پھرایی فارمیں اور جہاں جہاں سے تم گئے اخدا ہے تھے؟“  
”ماں“ کی چیکا ”تمہاری ایسا زندگی میں یہ گول جھیک کر اس کی ساری ٹھیک کر کریں۔“

"کامے ہے پھر کامہون بھیکہ کو قصہ ہی پاک ہو جائے۔" تو لے رہا تھا کی۔ "تم اتنی جرات نہیں کر سکتے تو اسے لے گئے۔" مگر کی لے دی کو تھوڑا دکھایا اور اسے کہو یعنی سچے ہے پوچھا ہے: "حضرت کے حزادے تو اتنے ہیں؟" "استانی بو لی۔ تمہاری گولہ زداب ترا رکڑا ہے ہے گی۔" "گل لے شرمندہ ہو کر سر جھکایا۔

اور علوف نجاشیا اسی موقع کا مختار فنا ہوا۔ "تم اس نے کہاں اب تم غار میں بھی بھی اتر گئی۔ ہم جسیں اپنی آنکھوں اور اپنے دہنوں میں عطا ہیں گے کیونکہ ہم تمہارے بغیر بکھر جو نہیں ملے۔ ہم اخاتا ہیں تو نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اس مالک سمجھ کر چکیں پہنچتے ہیں۔" مدد و سب کے کام کا ہے۔ "سنو گئی؟" "استانی نے یہ بھا

اور جواب دی تھی وہی سخن وہ سمجھی گئی۔ "اوہ! اب استانی نے کہاں شروع کی۔ یہیں ہاٹکل ایسے انداز میں ہے خند میں ڈھنگا رہی ہے۔ اور کوئی بہت بڑی باعث یا اور کوئی بہت بڑی باعث نہیں کی۔ ایک پتی پر کامی میں خلاۓ اڑی اور داریل پر جاتی۔ پتی سے لے کر وہ سخت سمجھ ایک بھتی جوں ہوئی کہرنے والی اڑیں کامراست میں گین کیا۔ یہ کام کی پتی پر لرزتا ہوا اوس کا قدر تھا۔ پیغمبادوں میں چاندی کی رسمیں ہو رہی ہوتی ہیں جیلی ایکیں۔" "اُن کھوں تو ان گزورے۔" استانی کہہ دی تھی۔ "کروڑوں صدیاں تھیں کہ ایک سیاہہ سوتھی کے قریب سے گزرے ہوئے اس سے کہا کیا۔"

پہلی بیویوں نے پاہاں کیا۔ اسیں اور جگہیں کرنا ہٹوڑا کر دیں۔ "اُں کہر سے سوتھی کے چھپر ہے اور غذا میں بھر گئے۔ اگر کروڑوں ایکیں سوتھی سے پہنچے تو ہر سوتھی کی کشش ایسی بنتی طرف بھی رہتی تھی اس لئے پہنچے گئے غذا میں پہنچے گئے اور سوتھی کے اور گل گھونٹے گئے اور گھونٹے گئے اور گھونٹے گئے کھوئے گئے اور ٹھٹھے چڑھے گئے اور سیارے کھلائے۔ ان میں سے اک سیارہ چاندیاں اور سوتھی ایکیں۔" "وہاں اُں کی اگلی کریچاہو پاس چڑھے ہوئے راکٹ کو جھپٹھا کر کہا گئے کہاں ہیں اپہاں کرچال کر چالا نے کیا۔" اس کا مطلب تو ہے جو اس کو چاندیاہاری تھی زمین کا ایک حصہ ہے۔ "کام کھول کر سن اوہنے کی اگر تم نے علوف بھی اسی شدت سے بولا۔" اور اسی لئے یہ بھی تمہارے پیاساں کی جا گیر ہے۔ ہے؟ کام کھول کر سن اوہنے کی اگر تم نے

چاند پر جا کر چھاپ کری چلی تو ہم تھاں اجڑ رکھا ہوتے اتنے والے بھاگری کے پورا کردی کے۔

اتالی سر کو ہاتھوں میں قائم کر جھک گئی۔ ٹھنڈا بار بار لاتی ہو رئے تھے جد کاٹ کر کسی شان پر پہنچ جائی۔ ولی خواہ راپتہ بازو پہ بھیادیتے۔ ایک بھوے کی کوئی درسرے سے طوف کو شانت رہنے کے شارے کرتے ہوئے جو گانے اخراج میں بولا جنگ جڑی دیوبیات بیچرے ہے بھائیوں نے میں اپنے پرانے دوست طوف سے پہ چھاپا جانا ہوں کر کی تے تو راکٹ ایجاد کیا مگر تھاڑے ہاں کا ہے۔

”جسی جاؤں گا۔“ طوف نے لمحے میں کہا۔

”جاؤں یا رہ۔“ ولی نے بے انجام سوچی ٹکڑاٹ سے گرفتی کی۔ ”اگر تم ذرا سا بھی فخر کر رہا تو طوف بھی اُسیں معلوم ہو جائے کا کرم ہو جائیں ایک بھی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جاں مولوں نے اسیں خواہ کو ادا مل کر کھا ہے۔ اور یہ قم پوری تکھیں لکھیں ہو تو تم تو ہر لفڑا سے بھی سر امطاب ہے جلد کے لیے اور اسی نشست و رفتاست دھیر کے لفڑا سے صفائی صد اصل مغربی ہو۔ میں بھروسہ تھا رہے دشمن کو اُسیں رہا ہوں۔ بیوی میں کو یاد کرو اور پھر ہزار جوں کو یاد کرو جنسیں ہم نے اپنی ماں کا ہم دبایا کرنے کے لیے صوت کے ٹکڑاٹ اتنا رہا اور پھر ان کو جھاکارن کی رسا کوچک لا اور اپنی ماں کا ہم سوس علاجیا۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا طوف بھیا کرم اور میں تو بہت پرانے دوست ہیں۔ یہ کی تو بھگوڑا اپنے کم بلات انگیں جس سماں تھوڑاں کی تو پہاڑی ہے۔ پوری پہاڑی کے لازم میں میں نے اپنے گزر سے بھاگا اور اب حضور کے دہائی میں یہ ٹھنڈی ٹھنڈی بخدا۔

”تو ہاتھ یہ ہے طوف بھیا اکنگی کے پاس تو ہوا راکٹ پر جھاڑے ہاں کیا ہے؟“ مجھکیں جاؤں کے کوئی اور کے جاؤں کے دوست۔“ ”ولی اے!“ کسی جواب تک راکٹ کا پیٹے رہاں سے صاف کر رہا تھا پچھا۔ ”تم دہلوں پر ہے طوف سازی کر رہے ہو اور پھرے پاس انکم ہم بے کچے۔“

”اُنم بہا۔“ پھر لی بچوں میں سے ایک اچھا اور پھر دم سے گر کر تھا۔ اتنا جواب تک رہا تھا۔

”خیاں یا شیا، اگر تھی تھی نہ لد لی گزرے پا گی۔“ اس پیٹے کو دی میں لے لیں ہوں جیں۔ کچھ میں خود کر رہا لے جائیں گا نے اگی۔

کسی فسی خدی کرنے کی کوشش میں بھت پر لیٹ کر ایسا دل نے آہن سے کہا:

”بھائی جان ایچاپاں ہے۔“

”تم گئے ہمارے ہوا۔“ مجھے ہمین گئے۔“ کسی خواہ کرایا۔

خوف زدہ پڑے کو خود کی ریتے و چیز استانی پر خود کی طاری ہو گئی تھی اور وہ جو اوری تھی: "کہہ میں جگہ جگہ بھٹکی رہوں۔" اسیں اور مقدومیتی میں لگر گرا ہنا تو موسیٰ بھائے کے لئے پناہ لٹکی رہی اور اس کے بعد:

"اس اے ماں!" طوف نے استانی کو پکارا "تم نیدھی نہیں، بہت آگے گلگی ہو۔"

استانی نے پنکہ کر اپنے نیلگی طرف دیکھا جوں بھولی بھالی فائدہ بھی پر خواری تھی اور اس کی پہنچی میں مکاس کی ایک بینی تھی جس پر اس کا قفل ہے کہ باقاعدہ اس وقت پانچ طرب کی طرف جھک گیا تھا اور ہر جلوں کے سامنے پہنچی ہوئی بروں پر لیٹ کے تھے۔ استانی نے طوف سے پوچھا "تو میں کہاں بھک پہنچی تھی؟"

مگر ایک درمیانہ "تم کہدی تھیں ماں کہ چاروں طرفی عرضی کا ایک گھر ہے۔"

"کہاں لیے اس پر بھی تھا را اچارہ ہے۔" طوف نے خواکہا۔

استانی نے پانچ طرف کردا کہا "کوئی خونکے بھی یا اپنی ہی بانگے جاؤ گے۔"

بڑا چما کیا۔ صرف ہر بی بھوں کے بھوں سے کسی ٹھکی چاپ کی سربراہت سانگی دے رہی تھی۔ اورہ باریل کے درختوں کی سمجھوں میں جو ایک بھوڑوں کی طرح گوئی رہی تھیں اور یہی ندوں میں چاند چاٹل ہاتھی ہو کر بہدھا تھا اور فائدہ بھی مخاہیں اُتلی بھرتی تھی۔ خوف زدہ پڑے کھیس میں کراں کو جیطا تھا اور طوف دلی اور کی آنکھیں جھکائے ہوئے تھے اور مختار تھے کہ استانی کب کہانی شروع کرے۔

"ثروے اثر و نعیم انسان نے درختوں پر رہائش اختیار کی۔" استانی نے اپنے نیلگی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"لیکن جب دوسرے تھے" کی نے کہا جا گمراحتانی کے پلٹ کر کھجھے سے آواز رک گئی۔

"اس نے درختوں پر رہائش اختیار کی اور درختوں کی جزوں اور باریل کو اپنی دلیں غورا کر جایا۔" استانی نے اپنے نیلے پر بیٹھنے لگا۔ قاتھا کہ پہنچے ازاں آئی تھیں۔

"اس نے بڑا سوں بڑی درختوں میں گزرا دیے۔" استانی نے طہران سے جھوک کر کہا۔ مگر ہاٹک کی نے اسے دیکھا۔

"اس اے کی نے جوے اور سے بیچھا۔" اس اے پہنچے اتنے کا جیوال کوں نہیں آیا۔"

"پہنچے جوے جوے غوثاک و خشی جا نہ رہے اور اڑا دے ہے تھے۔" استانی نے جواب دیا۔

"اوہ ماں!" طوف نے بھی کی تھی کا لہذا اختیار کیا "جوے جوے جوے غوثاک و خشی جا نہ رہا اور اڑا دے تو آج بھی فریب انسان کی

بیجنیں کے اور گروہ لڑائے رہے ہیں اور سوتھ پاٹے ہی انہیں دیں کہ اسچ پوچھا کر کہہ جئے ہے۔

"آن ہی؟" استانی حراں رہ گئی "کیا؟"

ظوف بکھر کئے ہی وہا تھا کہ ولی عورتی اپاگ کھلا اٹے اور آس پاس بکھرے ہوئے تھے نئے پست نیلوں پر لیٹے ہوئے ہوئے ہوئے اگتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور یک زبان ہو کر جنما شروع کر دیا۔ "یہ ظوف ہر رات میں خود اکوہنا ہاگ کردا ہے میں ایسا نے ساری دنیا کے انسانوں کا تھیک لے رکھا ہے کہ یہ رات ہاتھ پر آپ ہوتا ہے۔ ہم تو تمہارے چیر کا کوئی پتھر نہیں اسیم نے تو قسم کو سختہ سارا سترے دیکھا ہے۔ ہم نے تو تمہارے کو پہاڑ ہوتے اور بھولنے پختہ دیکھا ہے۔ آئیں گی دنیا کے ہر لفک میں اور صدروں کے ہر لڑجے میں ہمارے یہی بھڑکے گئے ہیں۔ اور یہ ظوف ابھی کل کی بیانیں ہیں۔ یہ کجا جانے تاریخ کا ققدر۔ تم کہانی سنائے جاؤں اور ظوف نے اب کوئی گزیکی تو ہم سے عذر میں فخر ہو دی گے۔ مسلم ہاؤں نے یہاں کا سچی بچاں اور پختہ پیٹے طلبی اگوں کا پتے آس پاس پا کر گل ڈا ہے، پھر بادر کر دیاں اسیم نے تو ان پھر کوں کی کھوڑیوں سے یہیں کاٹا کر اپنے پاپ کھروں میں جالیے ہیں جیشہ یہی کہا ہے ان کیجنہیں کی۔ تم کے ہڈیاں ہم تمہارے سامنے مدد پیچے کاں ہو کر میں گے اور جنہیں ہے ہاں کی گدن ہر درد والیں گے۔"

اُنی ہندھی باخیں بے نال کر کی جیسیں اس لیے استانی کے بکھر پیٹے ہو گئے، اس وہ جھی ہاری ہی اپنے سر کو ایک ہاتھ میں قابے ہے تھی اور دوسرا رے ٹھیک ہے تھی اس کوئی کھاں کوئی ہوئے جاری تھی اور جب شو جھاتوں اس نے سراغیا۔ اس کی جرسیں میں پھیلے ہوئے آنسو چاندنی میں دکھے ہے۔

ظوف بچاپ بکھر کے اچھا بھا کے بھیجا تھا اسی۔ اس لے ہمراں ہوئی آوازیں کیا۔ "ماں انہوں نے جسیں بھشدلا دیا ہے اُنی کی وجہ سے تم میں صرف آنسو صرف آنسو ہے سکی ہو۔ اور ہم تمہاری مکھرا ہوں کے لئے تو سر ہے ہی اور تمہارے گھروں کے لئے اور تمہارے گھتوں کے لئے۔" کھاں کی آوازاں بخوبگی۔ "ماں اگر تم اچھات دوچھ میں میں"

استانی نے اٹا ہوا بھوٹھا یا اور ظوف خاصوں ہو گیا۔ اس وقت پوری جس میں سے وہ چار پتے استانی کی طرف بھی اٹھائے ہوئے گئے تھے۔ چھاکی۔ اسیں اور تکمیل گھمانے میں صرف ہے۔ خاصوں والے بچوں نے بھوٹ کے مارہ کر ایک دوسرا کی پسلیاں، کھادیں تھیں۔

استانی اپنے گلے کاٹا کر بولی۔ "بڑاووں برس کے بعد اس ان پیچے اتر اتوہ، اس قابل ہو پکا تھا کہ پتھروں کے تھیوار رہا کر اپنے

ڈیکھنے والوں اور اڑوں کا مقابلہ کر سکے۔ بخوبیں کے تین میں گرانے سے چکاریں بھریں تو اسے آگ کا راست مطمئن ہوا۔ اس لئے ایک دن پانی میں سے بھلی بکھری اور جب زمین اور بھلی میں اپنی ہوں گے تو سختی خود پر پانی کے کنارے آپا ڈو گیا۔ بخوبی سال سال ورنہ بھلی کلیں گے۔ بھلی ہوں گے اس کی خاص خواہی تھی۔ لیکن جب آپا ڈو گئی تو اسی اوقات میں اس کی خود تون کا پہاڑا تھا جسے سکھا تو اس نے انسانوں کی کہون ہوں گے کہا تو اس کو خدا شروع کر دیا اور جب سے میں خادے بدھاں ہو گئی۔

کی ابھل پڑا۔ اس اگر اس کی پانی کے علاقے تھے ایک دکھا اور کے جلدے ہیں جسے پھر کروائی میں حصیں اس روانے کی طمیت پر کوئی خوشی کر لے۔

ملوف نے استانی کی طرف پہنچا اور پورا چک کر لے۔ ”میں بخوبی کر دیں، ہاؤں اگر اپا جانتے ہو تو۔“  
استانی نے حکم کر کر پہاڑ زیادتی خوشی کر دے گئے۔

”جیکے تو کی کوئی سلطنتی میں ایک اعلان دیتی ہے۔“ ملوف اپ کی کی طرف ہوا۔ ”تم اس پر اتنے زمانے کی طمیت کیں رہاتے ہو کی جو کوئی اس پر ایک اکھدا اہرناشی کر دے گے۔ اسی سارکی طمیت کا وجہ اس ایسی سمجھتے ہیں جو خودی کا دردناک زندگی ہے۔“

کی حسب معمول بر امام گیا۔ آدم خودی کی رسم اور اس سحری تجذب کے درد میں؟ تم اگر سیرے ہاں آ جاؤ تو میں تمہارے داش کا آپر پیش کر کے خسیں سمجھ دست کر دیں گا۔“ مسلم ہوا ہے تجہدار امام پیش کیا ہے اور سے آدم خودی کی رسم قوای خودت میں بھی خودی ہے پہنچے۔ سیرہ نامہ مسروہ کے کام سیرے ہاں کے سورخوں کی کلائیں پڑھا کرو۔“

دل سمجھ کرنے کے لیے اٹھ کر امام اسی کی تھی بہت بدھوتی سے کام لے رہے ہو۔ ملوف اپ کہتا ہے آن بھی تو آ سڑیا کے پر ایجن اور آدم خودی کے مرض میں جھاتا۔ تم پاہوت میں حصیں آسڑیا جانے کا پرستہ کے دوس ایجن اور آدمی ہے۔“

ملوف جس کے پرے کے مخطوطے ہائے تھے اور اس کی ایک دوائی ہوئی شاخ کا سایہ بارہاں پر تحریر جاتا تھا۔ ”لا صرف آسڑیا کے پر ایجن اور آرمے صاحب خود تھاری تو آہادی اور کی کے دھن انہوں نے اسی میں جہاں پاچے سمجھی شیخ براہ رہیں کچا ہے اور جہاں تھاری دھلت مشرک کا سایہ پاچا ہے اور جہاں تم دھلوں اپنی سحری تجذب لے گئے ہو ان سب مقامات پر آدم خودی ہے۔ زندگی سے ہماری ہے اور ہماری کامیں بھلی ہوئے مہذب طریقے سے ہماری ہے اور اس۔ اس اساتھی ہوں گے اس کے کام ہاتے ہوں گے اور اس کی بھی اس کا گورا جانے والے کیس کون؟“

استانی اپنے کندھے پر تیکی ہوئی وہ کوئی محبت نہ کر رہی تھی۔  
”مگر یہاں تو میں نہ رائے خواہیر کی۔

اور علوف دو قدم آگے بڑھ کر بولا ”تم اور کی اور تمہارے یہ سماقی جو نئے نئے جوہر میں سے جو گول کی طرح اچھتے کر رہے گے ہیں  
تم سب آدمیوں کو۔“

ولی اور کی اپنے نئے نئے جوہر میں سے بھی اپنے اپنے کردار لاتے رہے اور احتجان کرتے رہے تھے مگر علوف گرتیا ہے  
گورا۔ ”تم نے ساری ہر ٹپر لئے والے انداز کا گوشت کھوت کر گلی لایا ہے اور ان بڑیاں تو اس کے پیسے چڑھاتے  
ہائے ہیں۔ تم نے پہب سے تجذب سمجھی علم مسائل کی تحریک پانیا ہے رب علی سے حسین فہب نکلے اور یہ تم اپنی کے چھیاروں سے  
بیس ہو کر انی پر بھینٹے اور تم نے بے چاہے ہنکاؤ قاف نوچ کر بالکل ایک بھرپور بیان۔“

علوف نے پاٹ کر دیکھا تو اسکی سمجھی اور اسکی سمجھی سے وہاں کے جگد جگد سے بھل ہوئی جلد اپنا بیداریاں پر ہڑے  
ہوئے کوئی بھل آگھوں میں سے ہواں ہمچڑتے اٹھے اور استانی کی طرف جانے کی کوشش میں کارے پر لوگوں کا رگڑ پڑے اور  
کہا ہے ”ماں ماں“ استانی کے کندھے پر تیکی ہوئی فائدے نے بچ کر ان بھب سے کیڑاں کو دیکھا تھیں کی آگھوں میں تھیں میں  
ہل ری تھیں ہمارا ٹھیوں میں تیکی کھو جو تھی۔ اس کا موہنی گماں کی بیتی کی اسکی سمجھی کا حکم کر رہا تھا۔  
علوف کی آواز میں تیکی آگئی ”تم نے جنکن کے سمجھتے اپنا دیکھا دیا اور ہاں کا بگ کی توں کا بگ میں اپنی ان  
کاڑوں میں جنچیوں کی کھوپڑیاں بھاہا کرنا پڑتے رہے۔“

اب ایک اور لالا اخلاق۔ یہ ہی پہنچ طرار لالا تھا۔ ولی اور کی کوئی کر کر کر اس نے جو ہی سمجھی تیکی تھی جو صالی اور کسی روحاں کی کرب  
سے اپنے ہونکاٹے ہوئے باکتا ان وہ کے قریب چھوٹ کرستاں کو پہاڑجاہت سے دیکھنے لگا۔  
ولی چالا ”اس کے پاس تو میرے ماں“

کی بیٹی ”ماں“ اسے بندی میں بھیکھا۔ اس نے میرا منڈھچا یا ہے اس نے بھی بھرپور کھایا ہے۔  
اوہ سکراتے ہوئے طرار لالا کے نے استانی سے کہا ”تو صرف ایک دھانی ہے ماں ابھی بھیجاہری آواز سنائیں ولی تو میں اپنے  
کھیوں میں تھا اور تھارہ دھانیاں اور صد چالیں کی پیکارہ دیکھی گئی کھاکت کھاکت کر بھیکھا۔“  
”اوہ بھر“ علوف بدستور ہوئے جا رہا تھا ”تم نے دیبا کے ہر جزوے میں اپنی کوہیاں کے بچاں کو بخوبی میں پردا یا اوسا جی کی

چہلی سے بڑے کوئے لا دیں اسیں گھنگھا کر بھجوہ رہ جائے۔

ولہ آپ سے باہر ہو گیا۔ مگر تم نے ایسا اصراری سے کام لایا اور ان پر جو تک بڑھ کر اس کی قیمت دکاری۔

لوگوں کے ایک انجمنے اپنی کوشش کی میراث کراں کی قیمت دکاری۔ اس کی ماہیں اور تجسسیں مکالمہ کا اور کھرگیں اور مذاہدہ ان پر زمزہم زانیں کرنے لگیں۔

غلوف نے فخر رہا جو اپنی "اور قم" نے ان بستیوں کو بھی تو نہ بھوڑا جس سے جسیں زندگی کی صورتیں اپنے جہاں سے تھیں ابینی پوچھا رہا۔ جہاں سے تم نے آتا ہوں پر کھنڈیں؟ ادا اور درمیں کے پاہل میں گھوڑا سکھا جس سے تم نے اپنے ایڈ کے ٹیکوں کے دوارے سامنے کے جھونوں پر جسمیں خلوں کی فصلیں پر مرض کی تحریکیں اور لکھوں کی تحریکیں جس سے تم نے مٹس دیا کے جھون پر پناہ کھے اور بہر جہاں کی زندگیوں سے تخلیٰ کیجئے کے اپنیں تم نے وہاں کے پھون کے زندگیوں کو بھی خفک پھرخرے بنایا اور جہاں۔

اور لامے ہندھے ہندھے پچھوں نے جسی کے باقی جسم پر دھوکا لکھ رہی غلوٹ کیڑا کیا۔ ایک دھرے کو پھوپکے پر جس سے آتے ہوئے کی کوشش میں ایک دھرے پر گرتے چڑھے ایک دھرے کو پھوپاڑے 10 لئے ایک دھرے کو گھنچے کوئونے اپنے تکمیل میں سی ہوتی تھیں اور ان کی دلگی دلگی مہاؤں پر تسلی کے داشت تھے اور ان کے علاوے کی چند سے بیچہ اور بھیجے ہوئے تھے۔

استانی نے تھوڑا کپڑا پہنچا دیا۔ وہ تین بار رکھا جھکا اور بہر غلوٹ کو پھینکی جو کہ باتھا ہے۔ پہنچنے والے دھرے کی پیچے اپنے جزوں پر ہنگے والے شریق طفہ کے پر مظاہم۔ تم نے ان سب کے بھیجے جائے جس میں کوئا کوئا کاٹ کر کھایا ہے۔ تم نے ان سب کا لامہ ہوا ہے۔ تم اپنے خیافت خاؤں میں کہوں گھنیں جھاگھنے جسیں جسیں ہوتے اور چاہی کی ملٹری میں ان کی آنکھیں ان کی دلائیں ان کی پھاچاں اور ان کی رامیں انجی کی بندیں کوئے میں پہنچیں ہیں۔ تم اپنی زندگی کی تصورات اور آدم خود کے ہوئے میں ایک نہاد کا میاپ قلم چاہ کر لے کے افراد میں تھا رامسیں تھیں جو اتنا ختم کاٹ لیں گے کام جاسیں۔ انکی اور جرم کی جربے پر اسیں ہاتے ہو ان میں اتنا ٹھیک اضافہ کروئے کہ اگر بھڑک زندہ ہو تو تمہارا سیوں قیوموں سے لپک جائے۔

غلوٹ یہ کہ کر پھیپھی سٹ آیا۔ اس وقت کی اپنے جزے سے کے کارے بہت غصب ہاں ہو کر کھڑا تھا اور دلی بھی بارہ پہاڑ کی

ہے پر اس تجھیں چڑھا چڑھا کر طوف کو گھر کی کی آگ کھا کر سکتا ہی وہ اپنے بھائیوں کے جوں پر کھنپنے سا رہ گیل  
رہا تھا۔ جو اکا ایک بے حد بچل بھٹکا کیں وہ کے پانچوں میں ہیک کر پہنچا ہوا آپا اپنے باریل کی شاخوں میں لپک کر اور یہ پر بھی  
بھائیوں کے بالوں اور زرد رہبوں میں سے گزرا کر اتنی کے آس پاس ہڑھا نے لگا۔ اور اتنی بیچے اپا اک چان دیکھنے کو رکن کی  
اور فاختہ بھوگے کے سارے میں بھیکی طرح بھکری اور کماں کی پتی پر اوس کا سولنہ نکلا۔ یہ ندی میں بیچے کی لے تھیں  
کی طباں بھڑاک ری چیز اور بہت سے اتنی اور کم بہت سے اتنی اور کم بہت کا لٹکا اس کا اس طباں کی رکلا۔ ایک ہر کم بہت کی کی  
آوازیں کہلی گیب آہل سا گیت لہذا بھوں پر بھاک ری چیز۔ اور پر بھو طرب کی طرف بکھاں طرب بھک گا تھا یہی اسی  
لڑک کر جو دن کے ابادی میں فرق ہو جائے گا اپا اک خودت سے زیادہ درجن ہو گیا۔ اوس روشنی میں کی اور وی اور طوف اور  
وہ سرے بچائی کوستانی ہوئی بھلی بھلی تی گی۔ اور فاختہ کی پچھی میں اسی جویں کماں کی پتی پر اوس کا قدرہ گرنے قبائل پا گئی۔

بکھوں کے بعد اتنی نے ولی اور کی کی طرف دیکھا تو بھ طرف بھکرے ہوئے تھے جو بھوں پر باشہ بالا حصہ بھر کے  
پیچے کوہ جوں پہنچ کر رہے گئے کہ کھالی ہی نہیں رہتے تھے۔ اتنی نے کہا ”تم جو ہے پیک ہیں اور ہر چیز پر ملکوں کے کائنات پا کر مجھے  
لپٹانا ہے تھے بھو اب تمہارے کوتے ہیں اس کریم راجہ بھرے پک گیا ہے۔“

”ابھی کہاں ہیں؟“ طوف اسیں بھک تازہ دم تھا۔ ابھی تو چاند پر جائیں گے اور بھری میں گے اور بھری میں گے اور بھری میں گے اور  
بھری میں گے۔ لکھن جھیں بھاں ائمہ بھل کہدے ہاں۔ بخواہی کے جزوں پر ایسے بیچے بھی جس کو انہوں نے  
بھوں سے دھوں میں ہاتھ کر زمین سے جھواد کر کھا ہے ان کو ایک دوز المانا ہے۔ بھی طرب میں اخوات انہاں اسی طرح المانا ہے۔ اور  
اونھے سے تمہارے ان کا لے پہنچ بھائیوں کو بھلکا ہے اور وہاں سے تمہارے قاموں والے لوگوں اول کو ایک دھرے پر بھٹکے کے جانے  
بھکتی سے قدم المانا ہی اور بھر جب اس ہو گا ہا تو تمہارا بھی بھٹکا ہو گا۔ اس وقت پاؤ کی بھٹکی بھٹکی رہ گئی اور بھوں کے دھنے  
و میچے گئیں اور بھوں کی بھر کتوں اور فاختہوں کی اڑاؤں کی روپیں انسان صرف سکرانے گا اور لیں گی جوں  
سے صرف جوں لگائیں اسیں تھیں جیلیں جو کہ اسیں گے اسیں اور کی کھل کے بھائیوں کے لیے اسیں کوشت کے دھنیں کی جا رہتیں ہیں۔“  
گی اور وہ کر زمیں ملکوں کے تھے اسے غونے سے چاہیتے نہیں ہا سکتیں گے۔“

”اے“ اسی نے اس نہ سے ہاگ چڑھا کر جوں کی بھوں کے میمن و مطہ میں الچھدری بن کر جمگی نہیں اس نے فریاد  
کی۔ ”بھ طوف جو ہے ناچھیں کی ہاں سے گلی اور ہی ہے۔ اسی کوشت کے دھنے اور جا ہو غونے بھائیوں کے گوئے اور راف ا

تی ماٹش کر رہا ہے اس ایسے ۱۱ اپنے ہے کم لائے یہ تجھاری بھرتی کے سمنی کو خاک میں مادر ناچاہتا ہے مزدود گئیں۔ اچھا جاتا ہے ساتھ مقدمہ ملے، ہاتھ آنے سے چوریں پہلے۔ گراب تو ۲۰ فٹی بھی ملے اسکا کہ جب بزرگم کے بھروسے ایک بھروسے دیکھوں کا اس پاس طساتی ہے بانے جاتی ہیں میرے ایسے بھروسے کی کفر کوں کے بیٹھوں پر لوگی ہیں اور انہیں چوم چوم کر جھوٹی ہی۔ اور ماں ابھی ان میں ایسے بھوسے کے جو بھی کوکاپا ہوتے ہیں تو وہ بھر کا اسے بھاٹاتے ہیں اور شام کو جاتی۔ اور جب گریجوں کا اصرحت جواہریں میرے بھوون کے حاشیوں پر راگے ہوئے لے لے چکھے اور سبک درختوں کے سامنے سرخ بھری کی روشنیوں اور فراغ برآمدوں کے ہمراڑیں لڑکی پر اضافیں دھاتے ہے۔ اور جب آئندہ بھروسے پڑیں ہوں گلی شیشے کی طبلیں اور پیچی ہوں گلیں میں ہاتھی ہوں گیں جو آنے والے کاپتے احمد ایڈنگنی ہے اور بھر جنے کے فروہ سے ہمراڑے ہوں گلیاں اداکار کرتی ہے اور ماں ابھی لبھتی ہوں گلیاں بالکل سڑک سے گلی ہوں گاریں نیچے کی طرف بھی ہوں گلی سڑکوں پر فرائے ہوئی جیزی ہیں اور اس پاس کے درختوں کی بھی ہوئی دوسری کاپتوں کے رہیں پڑھلاتے ہیں سرخ اور زرد اور بزرگ کے بھوزے اس کا چیخی کرتے ہیں اور ماں میں جیسی کیسے تباہی کہ سائل صدر پر سانے اور چاغی کے طے طے ذات سے تی ہوئی ریت میں ریشم کی ٹھیکیں گاڑک ہم وہ پہ اور سامنے میں نہاتے ہیں اور بھرمند کی بزرگوں پر جا کر گھوگھے اور بھیجاں میں اتے ہیں اور جب اس اس انجامات ہوتی ہے میں ایک ساری بیلوں ۲۳

ولی جو آنکھیں بذر کے جھومرہ تھا کسی کے خاتمی ہوتے ہی رہا: ”اور ماں ابھی سرے شہزادی کے گھرے کھرے کو جھنیتی ہوتی شعماں معدودیں کے گھوڑوں کو پچھنیتی ہیں اور پارکوں میں ایک دم لاکھوں لکیاں چک ہائی ہیں اور جب بازاروں میں سے ہر سمجھنی کی سواری اگر رانی ہے تو ماں؟“

ٹلپ قی میں بک پڑا اور جب کی اور ول کے شریوں کے مذاقات میں مانگی اپنے بچوں کو پیدا میں لے گرا تھی۔ اور جب قی میں بک پڑا اور جب دن بھر کے لئے بارے بخت کیں اپنی چار ماوس اور بخوبی بیجیوں اور بخوبی کے پاس راتیں آگھوں میں کاٹ دیتے ہیں اور سکی ہوئی دل کے کھوئے پالی میں بخوبی کر رہے ہیں اور اس اجنب اخلاق کی آڑ میں بخلاقی اور زہب کی آزمیں احتساب اور امن کی آزمیں جگ اتنا اور اور سڑک کی آزمیں آج خود کو چاہ کر قرار دے دیا جاتا ہے اور جب ان جزوں کے مضمون میں تمہاری اٹھا بھی کرنے کی بھروسی ہے کرمل سے چار کی جاتی ہے اور جب ان جزوں کی میں کردار اور جزوں کے سمجھنے والوں کے احاطے میں اپنے بچوں اور بارہہ سگھوں بیچوں اور شیخوں کے سروں کی طرح آرائش

کے طور پر لٹا کر جاتے ہیں۔ اور جب ان کے چڑا اور صدر اور گازر سے سلسلہ کر جاتے ہیں اور رہائے کنٹرول کو چڑیوں کی بخششیاں سمجھ رہا ہیں آتے ہیں جب یہ سب کچھ ہوتا ہے تو نیز جو ٹکنیک میں جو باہمی ہے۔ اور میں وہی جو اپنے دوست ہوں کہ میں خود کو گھس کر حس کو فنا کر گیں ملائے کھاؤں تم میک کئے ہو گئی تھیں اسی طبقہ قرآن کا اقبالی ہوں۔

خروف نے بات ختم کی اور ہر کوئی کی طرف دیکھا تو وہ ہر بے کھدا کر سکتے تھے اور از انتیار کر پکے تھے اور اساتھی نے لیلے ہے  
گھاس اونچی اونچی کرایک ذہر سالا گاڑا یا تھا۔ ہر دن بیچ اپنے گھنٹوں کے اندگار باؤں کے متعلق زانے یہ سب پہنچ کم تھا دیکھ کر دیکھ  
رہے تھے اور کہجیں اور گھنٹوں پر سے رہنے والے خون کو پیشے کی طرح اپنے پنجھر کر کبھی محتاطی کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی خروف اور کوئی  
اور کوئی کی طرف۔ پہنچ کر کوئی ہوئی مالا اوس اور تھیوں کے سکے پڑھ کر کے نہ رہ رہنے کو کھم کر دئے اسکوں اور راتھے سے ٹکر  
سانے دیکھتے۔ اور ڈالیں کی ایک شاخ پر تسلی ہوئی فاختہ کی پرچی میں کھاس کی پتی پر لرزتا ہوا اوس کا سوتی چاند کی کروں میں  
فرارے کی طرح چمک رہا تھا۔

استانی نے چوک کر پھر کم کی طرف دیکھا۔ اور وہی سورپھن سے اپنل کر باہر آگئے اور جسے سعادت مندانہ انداز میں کھلے ہو گے۔ ”ہاں ہم کہلائیں گے۔ جو اب تھیں وہ تھیں گے۔“

”تم تھیں بولا گئے ہیں مگی تھیں بولوں گا؟“ طوف نے کہا۔

اور استانی گنجی ہوئی کامس کو خوبی میں کرتے ہوئے ہوئی: ”چاکو چیئری چیئری بھا جا رہا ہے۔ وہ کم ہے نہیں تجزی سے ہاں لوگی اور جلدی سے ٹم کروں گی اور ہر ٹم میں اپنی کھاتی ہلی چاؤں کی اور ہر ہلی سے ٹکنی ٹکنی گی جب تک شرق و مغرب کے سب پتے ایک دھرم سے کے آجھ میں ہاتھوں اکیرہ بے اس نہیں آگئے۔“

"اُدھر کی لاکوں کے ہاتھوں سے بچہ بہدی ہے ماں۔" اسی نے پاپ کی طرف اشارہ کیا اور بھرا چاہک کم کیا۔ "میں معافی پاہتا ہوں ماں۔" اتنا لی آنکھیں مل کر بھولی تو مطلب یہ ماں کیں کہاں کہ کر بھٹک کے لیے پہلی بار اس پاہ سے میں کہدی تھی کہ ماں نے اس کے بعد جو کہان اپھاد کے۔ میں کے بڑی ہاتھ پر اسے پھر کی کھلاڑیوں میں اگ کی حد سے کھینچی تھا میں اور سال سال مگر مٹھے تھا۔ اس کے بعد اس نے سختی بازی کرنا شکھا پاپ میں اتنا بچا ہوا نے اپا کا پاپ میں دوڑ دیا جائے تھا۔ پاپ میں گاؤں لئے تھے اور پھر وہ اسی طرح خانہ بدلنے والے صرف ایک چاروں پہاڑیں سنک۔ میں سختی ہوں کر

ہر بکی پرانی سایی اور بالٹیں اس ندانے کی بستہ بادوتی بانوں لئی جیسی۔

پھر تو طراوڑا جس نے اگلی صدائی پھر کی تھی انہی کا چاہا کہ بولے کہ ”اور مجھ کی تحریر کا کہوں ہے میں؟“ کیا میں پوچھ سکا ہوں کہ یہاں کی آننا تھیں کیون اسے جیسے اور بیان کے پیش کے اگلی توپوں کا جو گھن اور کھن کوں نہیں تھا؟ اس کیا میں پوچھی ہو چکا ہوں کہ تم بہ کام تحریر ہے بولوں پر کیوں جاؤ؟ کیا تحریر میں کی کافی گھن نہ تھا؟ اور کیا تحریر کے دو ڈریوں پر جو نظم کے تھم میں ہیں کہ رکھا گئے اس نے پہلاں چھٹے گئے تھے کہ کی ان پر ابھی دھشت اور بربر بھٹکا کیا گرا نہیں؟“

”میں تو تحریر کی بروڈل کی بخوبی اسکی بھائی میرے دوسرے بھائی آڑک بھے آڑک بھے ہوں؟“

”میں۔ میں۔“ تحریر کے سب بچوں نے فرمایا۔

”جسیں ہے لئے کی اب اس کس نے دی تھی؟“ کی نے طراوڑ کے سے یہ پہچا اور گولا چھالا۔

”کہا جسیں کس نے اب اس کے دی تھی؟“ آڑک نے دھاتی لکھا۔

”تجزیہ بیکھو۔“ آڑک نے طراوڑ کے کووا پت کر کیا ”صدیوں سے طور کھارہاں ہوں تباہے ساختو۔“

لوکے نے ایک تھبٹا ہا۔ سب اسے لیٹے ہے کھرانے لگے اور دلی آٹھیں چھٹے ہانے لگا۔

”کہا کیوں؟“ الطوف نے سوچنیست جاتا۔

”میرب گاؤں آرہا تھا جسے اتنا بھی بھر کر دیتی تھی تجزیہ سے بولے گی۔“ اور آڑکی جو کھنچی ہوئی کے لئے زیادہ زیوں کی ضرورت ہوئی۔ تحریر طرف گھنے جھلک پہلے ہوئے تھے۔ سو ماں صودا کا جاگا جس سے کپڑا یاں بھی اور جھلک ساف ہونے لگے۔ لکی پوچھیں ”اطمین“ اور ہر سے کچھ بہتر نہ لگے۔ تماری بھائیں کیلئے اور توہین کہ بدی تھی کہ جب انسان نے اکھارہاں سمجھا تو اس کی تکلیف ہوتے گی تو قبضوں میں ہت گیا۔ بڑے بچوں کے سر وہ پتے کے اکھر جب آہتا ہے گاؤں پھٹک کر شہریوں کے اور سردار پھٹک کر باڈھتا ہے کہتا تھا یہ کچھی کچھی کی گئی ہوتی تھی جہاں چار ہوئے تواریں چڑھوئیں اور وہ تجزیہ اس کی سے تجہاری ہا قاصدہ تاریخ شروع ہلتی ہے۔ میں جب اس کے بعد اس کا تھام ہو گیا اس سے توہین اٹھیں اور کارخانے تیار ہے اور سارے بھک کی دوڑت پھٹکا گوں کے ہاتھوں میں سوت آئی اور باڈھا صرف دستار کے طرے یا لوپی کے پھٹک کی میٹھتے اختیار کر گئے اور آڑک اور جوہرہ شماں انسانی تجزیہ بھری تجزیہ بھری تحری کی ”اتنا بھی کا گا بھر آیا۔“ دستے اس کی ٹھیک بندھ گئی زندھے ہوئے گئے سے بھی بھٹک بھٹک بھٹک اور اڑکی ”پاخڑا کا ہاہا ہے پاٹھے ہاہا ہے۔“

”جس میں اس اعلیٰ طرف اور ہر لبی پہنچے اور اس کے بعد کی اور اولیٰ بھی چلا ائے اور ایک ۲۴ یونے کے ساتھے کے بعد میرا بہت سی ۱۰۰ سے ۱۵۰ کا ایک جھوٹا جھکیں میں اس ایسی جس میں اس“ کی ان گست آوازیں اخفاک رکایا اور ان جزءوں پر سمجھ رکڑا کے اکل کیا اور وہ اندھے کی چھوپی میں اسی جوئی کھاس کی پتی پر ایوس کا قدرہ کرتے گرتے چلا۔ اور اس کے بعد ہے کہ جوں میں اس سے ایک خلا نامہ ہو جائے اور تینے کی تھی تھی کھو جوں کی اسی آوازوں میں گانے ہوئے گیتوں کی ایوس زخوں میں اسی جھاتی ہو جو کر جیے کہیں تو گوارا کھوسا کیا اور میرا طرف ایک ایسا ساتھا پھما کیا جس میں میں ذرا ذرا سہنائے اگلے ہے اکل کر جوں کی دو ہیروں والا ساتھا تمگر کتنا نیک اور ملیٹ اساتھی کچھ رہ جائی گی۔

بے انتہی کے افریقیوں کا تھار کرتے گے۔ تھارے پامنے ہر بیس کے ساریں کا افریقی مرے جو دنگی  
پھولائے چکے۔

آخری طوف سے درباراً کیا یہ کیا ہے مان اگر انسان نے جس قدر ترقی کی ہے اسی قدر بیکھیرا بھاگ کے ۶۷  
جس حادثوں کو راحیلی پھر تو پھیلیں ہائی اندر اب اس نے زیر اور جامیں پھیلانے والی اگلیں اور اعلیٰ جم اکھلا کیا ہے۔ کیا کسی دھرمی  
تندب ہے مان جس کے ولی اور کی تصیبے پڑ دے ہے تھیں تو ہمارا اگر یہ چدرا بے مہارا ہے تو ترقی کرنی گے مان تو کیا ایک ایسا  
بھیجا رہا ہوں گے جس سے پھر لیتی گی اور جس کا کرپڑے پونے اور جانے اس کے لگنے خلاف میں سکر جائیں گے۔ کیا  
انسانی تندب کا عروج نہیں ہائی ہاں ہاں ۶۸

"میں کوئی بھی ہوں ملکوں" اسی طرف اپنے سراخا کر کیا۔ "میں کوئی بات یہ فرمو کر دی جوں کہ اب آگے کیا جائے گا۔"

"بیوں کر لیجیں میں" اسکی بولا۔" کہ میں دارا پانچلے چاہوں کو کھج آؤں۔ اگر رہیں سکن کے لائق ہو تو میں تمہارے سب بچوں کو لینی خلوف دادف کو پہنچنے پہنچاؤں گا اور پہنچاؤں آ کر تمہارے پاؤں وچھوڑ کر جائیں گماں اور۔"

تیکیں۔ ملبوہ فلم اپنے کر کر رہا ہے۔

امانی و ملک

"پاک پروردی چاکے بستی کے جنگی بیان ملکا ہنسیں ہیں" خوف برداشت اور ساری ہر تی سارے اشاؤں کی ہے۔ ان کی بھی بھتی کم لے جاؤں سے بیچا از رکھا ہے کہ ان کی بھی بھتی کمی کے بیچتم لے اپنے چاک بھروسی میں چاہ کے ہی۔ اور اسکے باعث نے جو طرف چکرا ہے شروع کر دے اور اس کی وجہ فیکے قرب ملکا ہوسکی کہا ویجھ ازاں کی زدیں آ کر

سحری ۱۰۰ کے بیچے کا اور ۱۰۰ کے ساتھی کے بیچے پہلے بن کر جیتے کے خود کے اور اور حکی اور دل سیناں بھاہا کر  
فائدہ کا بینی طرف جانے لگے۔

پہلی بیچے سکریٹی ہوئے تو کھڑے ہو گئے اور طوف بولے چالا گیا۔ ”اہ مان! اب تم یا ہیں ہو کر گھا کارس کیوں کرتی ہو؟“  
اب تو چالا وحک کر بہت درجا ہا ہے اور پرہب کے وحدتگوں تے دینی ہوئی پوچھ رہی ہے۔ اسی شعاعوں کی نیکی کی وجہ سے  
گی اور یادِ قم و تھوگی کی ہم کا لے گئے تھیں پہلا انداز ایک دھرے کے ہاتھ میں ہا ہذا انتہا ہے اور گرد حص کر رہے تھے اور  
کی اور دلی گی ہم میں شامل ہیں اور دلی ساری دھرتی پر نگلی ہے اور تو صورتی اور سکراہت ہے۔“

”لئے تو صاف تر کیجئے بھائی صاحب!“ کی لے جو اپنے دلی سے کہا۔ ”آن دل میں اور موجود ہوں اور اقطیں ہوں کے ساتھ اور  
 حص کر رہا ہے تو آپ اُنک“ کے خلاف ہے۔ ”چھی کوہاڑک ہو۔“

ستی جسی کوکنی ”کوئی ٹھکے کہاں بیکانے آئے گا یا میں اکلی مل جاؤں؟“

اور پھر بے قرار فدا کو چالا اٹھی اور کھاس کی پیٹی ہوا میں کروٹھ ہٹے گی اور اس کا سوتی پر رہی ہے جس میں گرپاڑہ بروس کا ایک  
 پہنچ گر جاتا ہے اور پھر پرہب کی طرف ہوتی مداری سے لاحظاً چالا گیا۔ ایک دھاکے کے ساتھ پوکھنی اور طرب و شرق اور جوب و  
 شمال سے بھاری بھاری آوازیں پھر جوں ہیں۔ ”د جاتاں ان جاؤ۔ د جاؤ۔“

ستی سر و تھوڑی ہو گئی اور بہت درختیں ہا کر چار طرف گھم گئی۔ طوف اور اس کے ساتھ پرہب کے سب پیچے اکار  
 کوئے ہو گئے چیز کو دری پو کھوایی دے رہے ہیں۔ کی کے جوں سے پہلے ایک دھاکہ شور پیدا ہوا کی پہلا انداز ہوئے میں اعلیٰ ہوتے  
 ہاؤں جن کے ساتھ اولیٰ ہوئی رسیں کے گھاٹے پھر ہے تھا اس کی طرف آئتا ہے جو ہے آرے ہے۔  
 ”بدھاہت!“ اور چالا۔

ولی تے بھی ایسا سیدھا شروع کر دیا اور اپنی ٹھوڑی کے لیے ہونے گئے کوئے چیز کا اور اسکی درختیں ہا کر چالا۔ ”بدھاہت!“  
 اور پھر چار کارگ بھی سوتی کی طرف ہا ٹکل پیکا ڈیکا ایک امر فدا کو اساتھی کے اندگانہ بادتیزی سے جو تی رہی اور رہا جوں نے  
 اپنے سامنے سیست کر رہے اندھوڑ پر کلے اور دیجیں کا سرگی پانی کوں ہول ہو رہے تھوڑے جوں پر اکھلا کر دیکھنے لگا۔

اور کی ان گئتی آتی اور کا لے بیکنگ ہاتھ کے سنتے ہوئے عاصرے سے بھکار رہیے ہیں آیا اور جب ہانی میں قدم رکھا تو  
 چالا۔ ”ولی!“

اور وہی نے آزادی "میں بھی پکھوں کے بعد خود رہاں بھائی میں شیخ کرلوں تم قبائل مدت سے کام نہ کریے گواہ اور پھیک دو۔ میں سنجال رکھوں کا آدمیاں طرف کی طرف دیکھ کر خوشیداد نہ از جی سکتے گا۔" کی جو ایک ہاتھ سے اسکے گھیڑیاں رہا تو درمرے ہاتھوں گوئے لیڈر کی قاتم گیا۔ اسکے پھر کوچھ دکھانے پڑے ایک اور گواہ از جیا اور نیچے ہوتے کوئا تھوں میں دیا کر اور اپنا سارا الجماں تھوں میں اسکے ایک گولہ اپنی ہاتھوں کے ہاتھ سے پڑھتا اور دوسرا پہب کی طرف گزگز دھوں گوئے اور یہ ہاتھ اس بر کر گئے۔ ولی پہنچتا ہوا آیا ہاتھ پر طرف سے پٹکیں اور سر کو دیتے ہیں دھا کر لیتے گیا۔ بھروسوں کی دھیجیاں ازاں نہیں دھا کر کر کے گولے سر پر نیلے اور بزرگ طلنیں کی لیئی بھی تھوں کی بادشاہی کر کشی میں حصار ہو گئے جسے کی پرس پڑے۔ انتہی نے زور کے ایک قلچاری اور بھاگ کر پہب والوں کے دل میلے پر آگئی اور قاتم ایک گیند کی طرح اس کی جھوٹی میں گز کر کی کیا اسے سمجھنے لگی۔ پہنچنے والے ایک ہم کوچھ دہونہ کرنے لگے۔ ساری جھنی کوچھے کی نے بھجوڑ والا تھا۔

اوہناں کے سامنے میں سے "زورم" کی ایک طویل گرانچہ اپنی اور اسکے آنکھیں بھی میں جو کیں تھیں سے لفڑا کھا کوایک طویل اس سے چڑھا چڑھا اور ہاں اور ٹھکل چاہنے کے مرے جاۓ کے مقابل ایک لختہ بن کر ناہب ہو گیا۔ "زورم" کی یہ آزاد ہیسے پاروں کھوٹت بھکھل پیلی اگنی اور بہترین سے کروں کی پیکاری بھوٹی۔ رات بھر کی جھی ہاتھی اور دھماکے سے اڑی کھنی قاتم اور کروپر، ہاریل کی ایک دلتی ہوتی ٹانچ پر جھٹائے گی۔ ہر طرف کیاں کیاں پکوں اس طرح پھکیں ہیے مرمری لذائی پر اثر فریں گرتی ہیں۔ پھکتی ہوتی ہندوں نے ہوئے غرب و شرق کے جو ہوں پر سمجھے "اں اں" کہاے ہوئے آگے ہوئے اور کروہوں کیں میں سے بھکوں کے بازوں پر ساروں کوڑا نے والی مہست قرب آئے گی۔ ترب آتی گی۔ اور ترب پہب بھج کے کا کا کرے پیلے لیٹے ہوئے انتہی سے ٹھکر کر گئے لے لے رقص کرتے ہوئے داڑھے میں شامل ہوئے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی انتہی تو بالکل جوں ہے۔ اس کے صحن میں گھاٹ اور چپار ہے جوے اسی اس کی سانسوں پکتے ہیں۔ اس نے اپنے یادیاں میں بوئے ہے سرمن کی ٹھاٹوں میں بھری جھکلی بدجاتے ہیں گورم کی ہائی چارگی ہیں۔ اس کے ہوتوں میں شقق بھل گئی ہے اور ان میں سے ایک اندر رہا ہے ڈرم اور مسلل۔ ڈرم اور مسلل۔ ڈرم اور مسلل!

